بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تخت ہی اُن کا تاج ہے اُن کا　　دونو جہاں میں راج ہے اُن کا

جن و ملک ہیں اُن کے سپاہی　　رب کی خدائی میں اُن کی شاہی

الحمد للہ کہ یہ مبارک رسالہ رحمت کا قبالہ شانِ محبوب بتانیوالا دافع رنج و عنا

مسمّٰی بہ

سلطنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

در

مملکت کبریا جل جلالہٗ

تصنیف لطیف

مولانا الحاج المفتی احمد یار خاں صاحب قبلہ اوجھانوی بدایونی دام ظلہم

مدرس مدرسہ انجمن خدام الرسول گجرات

حسب الارشاد

حضرت والا مرتبت سید الحاج شاہ محمد معصوم صاحب

قادری نوری مدظلہٗ

ملنے کا پتہ

نوری کتب خانہ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اُولِی الصِّدْقِ وَالصَّفَاءِ دنیاوی بادشاہ اپنے درباروں کے آداب اور اُن میں حاضری دینے کے قوانین خود بناتے ہیں۔ اور اپنے مقرر حاکموں کے ذریعہ رعایا سے اُن پر عمل کراتے ہیں۔ کہ جب ہمارے دربار میں آؤ تو اس طرح کھڑے ہو۔ اس طرح بات کرو۔ اس طرح سلامی دو۔ پھر جو کوئی یہ آداب بجالاتا ہے۔ اُس کو انعام دیتے ہیں جو اس کے خلاف کرتا ہے۔ بادشاہ کی طرف سے سزا پاتا ہے۔ پھر اُن کے یہ سارے قاعدے صرف انسانوں پر ہی جاری ہوتے ہیں جن، فرشتے، حیوانات وغیرہ کو اُن سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ اُن پر ان کی سلطنت نہیں۔ تو پھر یہ سارے آداب اُس وقت تک رہتے ہیں۔ جب تک بادشاہ زندہ ہے۔ اُس کی آنکھ بند ہوئی۔ وہ دربار بھی ختم۔ سارے آداب بھی فنا اب نیا دربار ہے۔ نئے قاعدے۔

ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت ‌‌ ‌‌ ‌‌ رفت و منزل بدیگرے پرداخت

لیکن اس آسمان کے نیچے ایک دربار بھی ہے جسکے آداب اور جس میں حاضر ہونے کے قاعدے سلام و کلام کرنے کے طریقے خود رب تعالیٰ نے بنائے۔ اپنی خلقت کو بتائے۔ کہ اے میرے بندو! جب اس دربار میں آؤ۔ تو ایسے ایسے آداب کا خیال رکھنا۔ اور خود فرمایا۔ کہ اگر تم نے اُس کے خلاف کیا۔ تو سخت سزا دی جاویگی۔ پھر لطف یہ ہے کہ اب وہ دربار شاہی ہماری آنکھوں سے چھپ بھی گیا۔ اُس کی چہل پہل ہماری نگاہوں سے غائب بھی ہوگئی۔ اُس شہنشاہ نے ہم سے پردہ بھی فرمایا۔ مگر اُسکے آداب اب تک وہ ہی باقی، اسکا طمطراق اسی طرح برقرار۔ پھر اُس دربار کے قوانین فقط انسانوں پر ہی جاری نہیں بلکہ وسعت سلطنت کا یہ حال ہے کہ فرشتے بغیر اجازت وہاں حاضر نہ ہو سکیں۔ جنات جھجکتے ہوئے

کلمے پڑھیں۔ اور اشارہ پر گھومیں، چاند و سورج اشاروں پر چلیں۔ اُس کے اشارے ابرو سے بادل آکر برسیں۔ اور دوسرا اشارہ پاکر بادل چھٹ جاویں۔ غرضکہ ہر عرشی فرشی اُس قاہر حکومت کے بندۂ بے زر۔ مسلمانو کو معلوم ہے۔ وہ دربار کس کا ہے۔ وہ دونو جہاں کے مختار، حبیب کردگار، کونین کے شہنشاہ دارین کے مالک و مولیٰ، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار ہے دوستو! آؤ ہم تم کو قرآن کی سیر کرائیں اور دکھائیں۔ کہ اُس نے اُس سچے شہنشاہ کونین کے دولہا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے کیا ادب سکھائے۔

کچھ لوگ زمانۂ رسالت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی قربانی کر لیتے ہیں اور کچھ لوگ رمضان سے کچھ پیشتر روزے رکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ تو رب فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔ اس آیت نے ادب سکھایا کہ کوئی مسلمان اللہ کے حبیب علیہ السلام سے کلام میں کام میں چلنے میں غرض کسی بات میں حضور سے آگے نہ ہو حتیٰ کہ راستے میں حضور کیساتھ جا رہا ہے، تو آگے آگے نہ چلے۔ ایک صحابی ہیں جن کا نام ہے حضرت قیس ابن شماس رضی اللہ عنہ جن کو اونچا سننے کی بیماری ہے جب بارگاہ میں حاضر ہوتے تو بات کرنے میں اونچی آواز ہو جاتی بھلا رب کو یہ کب منظور تھا۔ کہ کوئی میرے حبیب کے حضور بلند آواز سے بولے۔ ارشاد فرمایا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ؕ اے ایمان والو! نبی علیہ السلام کی آواز پر اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اور اُن کے حضور میں بات چلا کر نہ کہو۔ جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو۔ کہ کہیں تمہارے عمل برباد نہ ہو جاویں۔ اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ سبحان اللہ کیسا ادب سکھایا۔ کہ اس بارگاہ میں حاضری دینے والوں کو زور سے بولنے کی بھی اجازت نہیں۔ حضرت قیس ابن شماس اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بوجہ خوف بارگاہِ

نبوت میں حاضر نہ ہوئے۔ سرکار نے ایک روز دریافت فرمایا۔ کہ کچھ روز سے قیس نہیں آتے، لوگوں نے حضرت قیس کے گھر جا کر غیر حاضری کا سبب پوچھا۔ فرمانے لگے میں جہنمی ہو گیا۔ کیونکہ میری آواز اونچی ہے۔ اور آیت کریمہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے یہ ماجرا بارگاہِ رسالت میں عرض کیا گیا۔ تو فرمایا، کہ وہ جنتی ہیں۔ یعنی اب تک جو ہو گیا، وہ معاف ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و بعض دیگر صحابہؓ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس قدر آہستہ آواز سے کچھ عرض کرتے حضور علیہ السلام کئی کئی بار پوچھتے تھے۔ کہ کیا کہتے ہو۔ اُن کے حق میں یہ آیت کریمہ آئی۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ○ بے شک وہ لوگ جو رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا۔ اُن کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ سبحان اللہ! معلوم ہوا۔ کہ یہ وہ دربار ہے جہاں کسی کو سر اونچا کرنے کی ہمت نہیں

اُونچے اُونچے یہاں جھکتے ہیں   سارے اُنہیں کا منہ تکتے ہیں

قبیلۂ بنی تمیم کے کچھ لوگ دوپہر کے وقت بارگاہِ رسالت میں پہنچے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم دولت خانہ میں آرام فرما رہے ہیں۔ اِن لوگوں نے حجرے شریف کے باہر سے پکارنا شروع کر دیا۔ رب تعالیٰ کو پسند نہ ہوا۔ کہ کوئی اُس دولہا کو پکار کر بُلائے۔ جس کے گھر میں جبریل بے اجازت نہیں جا سکتے۔ فوراً آیت کریمہ نازل ہوئی اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ○ اے پیارے وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں اُن میں اکثر بے عقل ہیں۔

اب رب تعالیٰ ادب سکھاتا ہے وَلَوۡ اَنَّہُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰی تَخۡرُجَ اِلَیۡہِمۡ لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ○ اور اگر یہ لوگ اتنا صبر کرتے، کہ آپ اُن کے پاس خود تشریف لاتے، تو یہ اُن کے لئے بہتر تھا، اللہ بخشنے والا مہربان

ہے + ادب یہ سکھایا۔ کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت آئے کہ میرے محبوب علیہ السلام دولت خانہ میں ہوں، تو اُن کو آواز دے کر نہ بلائے۔ بلکہ تشریف آوری کا انتظار کرے۔ جب وہ نازنین سلطان خود تشریف لاویں۔ تب عرض و معروض کرے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا۔ ولیمہ کی عام دعوت فرمائی۔ عام مسلمان جماعتیں جماعتیں آتے تھے۔ اور کھاتے جاتے تھے۔ آخر میں تین صاحب کھانے سے فارغ ہو کر اُس ہی جگہ بیٹھ گئے۔ اور اُن کی بات چیت کا سلسلہ کچھ ایسا دراز ہوا۔ کہ وہ بہت دیر تک بیٹھے رہے۔ مکان تنگ تھا۔ اُن کے بیٹھنے سے حضور علیہ السلام کو کچھ دشواری محسوس ہوئی۔ مگر کرم کریمانہ کی وجہ سے اُن سے نہ فرمایا۔ کہ چلے جاؤ ان حضرات کو یہ محسوس نہ ہوا۔ بھلا رب تعالیٰ کو یہ کب پسند تھا۔ کہ کوئی زیادہ بیٹھ کر ملال کا سبب بنے۔ آیت کریمہ اتری۔ یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّا اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰهُ وَلٰکِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ط اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو، جب تک اذن نہ پاؤ، مثلاً کھانا کھانے کے لئے بلائے جاؤ۔ نہ اس طرح کہ خود کھانا پکنے کا انتظار کرو، ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو جاؤ۔ اور جب کھا چکو، تو چلے جاؤ، بیٹھ کر باتوں سے دل نہ بہلاؤ ؂

اِس لئے معلوم ہوا۔ کہ بارگاہِ نبوت میں دعوت کھانے کے آداب یہ ہیں، کہ کھانا پکنے سے پہلے وہاں نہ پہنچو۔ اور کھانا کھا کر پھر وہاں نہ بیٹھو۔ کیوں؟ اِس کی وجہ قرآن بیان فرما رہا ہے۔ کہ اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ تمہارے اس فعل سے میرے نبی کو ایذا ہوتی تھی۔ لیکن وہ عزت والے محبوب تمہارا لحاظ فرماتے تھے۔ اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا ؂

صحابہ کرام کا طریقہ یہ تھا۔ کہ اگر محبوب علیہ السلام کے کسی لفظ کو نہ سمجھ سکتے۔ تو

نبوّت میں حاضر نہ ہوئے۔ سرکار نے ایک روز دریافت فرمایا۔ کہ کچھ روز سے
قیس نہیں آتے، لوگوں نے حضرت قیس کے گھر جاکر غیر حاضری کا سبب پوچھا۔
فرمانے لگے۔ میں جہنمی ہوگیا۔ کیونکہ میری آواز اونچی ہے۔ اور آیت کریمہ نے یہ ارشاد
فرمایا ہے یہ ماجرا بارگاہِ رسالت میں عرض کیا گیا۔ تو فرمایا، کہ وہ جنّتی ہیں۔ یعنی
اب تک جو ہو گیا، وہ معاف ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و بعض دیگر
صحابہؓ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس قدر آہستہ آواز سے کچھ عرض کرتے
حضور علیہ السلام کئی کئی بار پوچھتے تھے۔ کہ کیا کہتے ہو۔ اُن کے حق میں یہ آیت
کریمہ آئی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ
امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ○ بے شک وہ
لوگ جو رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کا دل
اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا۔ اُن کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔
سبحان اللہ! معلوم ہوا۔ کہ یہ وہ دربار ہے جہاں کسی کو سر اونچا کرنے کی ہمّت نہیں ؎

اُونچے اُونچے یہاں جھکتے ہیں — سارے اُنہیں کا منہ تکتے ہیں

قبیلۂ بنی تمیم کے کچھ لوگ دوپہر کے وقت بارگاہِ رسالت میں پہنچے۔ حضور
اقدس صلے اللہ علیہ وسلم دولت خانہ میں آرام فرما رہے ہیں۔ اِن لوگوں نے حجرے
شریف کے باہر سے پکارنا شروع کر دیا۔ رب تعالیٰ کو پسند نہ ہوا۔ کہ کوئی اُس
دُولہا کو پکار کر بُلائے۔ جس کے گھر میں جبریل بے اجازت نہیں جا سکتے۔
فوراً آیت کریمہ نازل ہوئی اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ
لَا یَعْقِلُوْنَ ○ اے پیارے وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں
اُن میں اکثر بے عقل ہیں ۔

اب رب تعالیٰ ادب سکھاتا ہے وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ
لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ اور اگر یہ لوگ اتنا صبر کرتے، کہ آپ
اُن کے پاس خود تشریف لاتے، تو یہ اُن کے لئے بہتر تھا، اللہ بخشنے والا مہربان

ہے + ادب یہ سکھایا۔ کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت آئے کہ میرے محبوب علیہ السلام دولت خانہ میں ہوں، تو اُن کو آواز دے کر نہ بُلائے۔ بلکہ تشریف آوری کا انتظار کرے۔ جب وہ نازنین سلطان خود تشریف لاویں۔ تب عرض و معروض کرے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا۔ ولیمہ کی عام دعوت فرمائی۔ عام مسلمان جماعتیں جماعتیں آتے تھے۔ اور کھاتے جاتے تھے۔ آخر میں تین صاحب کھانے سے فارغ ہو کر اُس ہی جگہ بیٹھ گئے۔ اور اُن کی بات چیت کا سلسلہ کچھ ایسا دراز ہُوا۔ کہ وہ بہت دیر تک بیٹھے رہے۔ مکان تنگ تھا۔ اُن کے بیٹھنے سے حضور علیہ السلام کو کچھ دشواری محسوس ہُوئی۔ مگر کرم کریمانہ کی وجہ سے اُن سے نہ فرمایا۔ کہ چلے جاؤ ان حضرات کو یہ محسوس نہ ہُوا۔ بھلا رب تعالیٰ کو یہ کب پسند تھا۔ کہ کوئی زیادہ بیٹھ کر ملال کا سبب بنے۔ آیت کریمہ اُتری۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُۙ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍؕ اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو، جب تک اذن نہ پاؤ، مثلاً کھانا کھانے کے لئے بلائے جاؤ۔ نہ اس طرح کہ خود کھانا پکنے کا انتظار کرو، ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو جاؤ۔ اور جب کھا چکو، تو چلے جاؤ، بیٹھ کر باتوں سے دل نہ بہلاؤ۔

اس لئے معلوم ہُوا۔ کہ بارگاہِ نبوّت میں دعوت کھانے کے آداب یہ ہیں، کہ کھانا پکنے سے پہلے وہاں نہ پہنچو۔ اور کھانا کھا کر پھر وہاں نہ بیٹھو۔ کیوں؟ اِس کی وجہ قرآن بیان فرما رہا ہے۔ کہ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ٘ وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّؕ تمہارے اس فعل سے میرے نبی کو ایذا ہوتی تھی۔ لیکن وہ عزت والے محبوب تمہارا لحاظ فرماتے تھے۔ اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا۔

صحابہ کرام کا طریقہ یہ تھا۔ کہ اگر محبوب علیہ السلام کے کسی لفظ کو نہ سمجھ سکتے۔ تو

عرض کرتے رَاعِنَا یا رسُولَ اللہ یا حبیب اللہ ہمارا لحاظ فرما دیجئے۔ یعنی اس لفظ کو دوبارہ فرما دیجئے۔ تاکہ ہم سمجھ لیں۔ لفظ راعنا یہود کی زبان میں گستاخی کا لفظ تھا۔ انہوں نے یہی لفظ دوسرے معنٰی کی نیت سے بولنا شروع کر دیا۔ اور دل میں خوش ہوئے۔ کہ ہم کو بارگاہ رسالت میں بکواس بکنے کا موقعہ مل گیا۔ وہ بھیدوں کا جاننے والا اور نیتوں سے واقف رب ہے۔ اس کو یہ کیسے پسند ہو سکتا تھا۔ کہ کسی کو میرے محبوب کے جناب میں گستاخی کا موقعہ ملے۔ آیت کریمہ آئی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا وَ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ؀ اے ایمان والو! راعنا نہ کہنا۔ بلکہ یوں عرض کیا کرو۔ کہ انظرنا یعنی یا رسول اللہ ہم پر نظر رکھیں اور کافروں کو دردناک عذاب ہے جس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ بارگاہ ایسی ادب کی جگہ ہے جہاں ایسے لفظ بولنے کی بھی گنجائش نہیں جس سے کسی دشمن کو بدگوئی کا موقعہ مل جاوے + ایک زمانہ میں ایسا اتفاق ہوا۔ کہ مالدار مسلمان حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی گفتگو کا سلسلہ اتنا دراز کر دیتے تھے۔ کہ فقراء مسلمین کو کچھ عرض کرنے کا موقعہ ہی نہ ملتا تھا آیت کریمہ اُتری۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىکُمْ صَدَقَةً ط اے ایمان والو! جب تم اللہ کے رسول سے کچھ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لیا کرو + سبحان اللہ اگر رب سے عرض و معروض کرنا ہو یعنی نماز پڑھنا ہو تو وضو کرنا کافی۔ مگر رب کے محبوب علیہ السلام سے عرض کرنا ہو۔ تو پہلے صدقہ و خیرات کرو + اس سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ پابندی لگانے سے غریب مسلمانوں کو بھی بارگاہ میں کچھ عرض کرنے کا موقعہ مل جاویگا دوسرے یہ کہ مالداروں کے دل میں اس بارگاہ کا ادب بیٹھ جاویگا جو چیز کچھ خرچ یا محنت سے حاصل ہو، اُس کی وقعت ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ آیت کریمہ بعد کو منسوخ ہوگئی۔ مگر بارگاہِ رسالت کی شان کا تو پتہ لگ ہی گیا۔ اپنے محبوب علیہ السلام کو مکہ معظمہ میں نہ رکھا۔ بلکہ وہاں سے تین سو میل فیصلہ پر مدینہ منورہ میں رکھا۔ تاکہ کوئی شخص حج کے طفیل زیارت نہ کرے۔ بلکہ زیارت پاک کے لئے علیحدہ سفر کر کے حاضر ہو۔ تاکہ اس

کو زیارت کی قدر ہو۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ۔ اے ایمان والو! اللہ و رسول کے بلانے پر فوراً حاضر ہو جاؤ + اس آیت میں اس بارگاہ کا یہ ادب سکھایا گیا۔ کہ اے حاضر رہنے والو! جس وقت تمہارے کان میں میرے محبوب کے بلانے کی آواز پہنچے تو تم جس حال میں بھی ہو، فوراً حاضر ہو جاؤ صحابہ کرام نے اس پر جو عمل کیا۔ اگر اس کی کچھ تفسیر دیکھنا ہو تو ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن،، کا مطالعہ کرو جس میں بتایا گیا ہے کہ اگر صحابی نماز میں ہوتے اور حضور علیہ السلام اُن کو پکارتے، تو وہ نماز چھوڑ کر حاضر ہو جاتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک صحابی اپنی بیوی سے ہمبستری کر رہے تھے، کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کا پکارنا سنا، بغیر فراغت علیحدہ ہو گئے۔ اور حاضر خدمت ہوئے۔ ایسے بہت سے واقعات ہیں۔

معلوم ہوا، کہ جملہ فرائض فروع ہیں۔ اصل الاصل بندگی اُس تاجور کی ہے ۰

یہ چند آیات بطور نمونہ پیش کی گئیں جس میں بارگاہ عالی کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ اگر زیادہ تفصیل کی جاوے، تو اس کیلئے دفتر درکار ہیں۔ اب یہ بھی قرآن ہی سے پوچھ لو۔ کہ باادب اور خوش نصیب لوگوں پر حق تعالیٰ کے کیسے انعام ہوئے اور اس درگاہ عالی کی بے ادبی کرنیوالوں کو کیا سزا ملی۔ ادب والوں پر جو انعام ہوئے، وہ گذشتہ آیات میں ضمناً معلوم ہو گئے۔ کہ اُن کو تقویٰ کا تمغہ دیا گیا۔ اور مغفرت اور بڑے اجر کی خوشخبری دی گئی۔ کہیں فرمایا گیا۔ کہ خدا اُن سے راضی، وہ خدا سے راضی غرضکہ اُن کی تعریف سے قرآن پُر ہے

بے ادبوں پر جو غضب الٰہی آیا۔ اُس کی بہت تفصیل نہیں عرض کرتا صرف دو واقعہ سناتا ہوں

ولید ابن مغیرہ کافر نے ایک بار بکا تھا۔ کہ آپ مجنوں یعنی دیوانہ ہیں اُسکی اس گستاخی سے مبارک دل کو صدمہ پہنچا۔ پھر کیا تھا غضب الٰہی کا دریا جوش میں آگیا۔ سورۂ قلم شریف میں اولاً تو اپنے محبوب کو اُن کے فضائل اور اُن کی خوبیاں سُنا کر خوش کیا گیا۔ کہ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ ۰ وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ۰ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۰ اے پیارے تم اپنے رب کے فضل سے مجنوں نہیں تمہارے لئے تو بے انتہا ثواب ہے

کچھ بھی بکتا پھرے ہم تو تمہاری ایسی خوبیاں بیان فرما رہے ہیں۔ اُس کی نہ سنو، اپنے رب کی سنو۔ اب اُس گستاخ پر توجہ غضب ہوتی ہے اُس کے دس عیب ارشاد فرمائے گئے۔ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۝ اے محبوب ایسے کی بات نہ سنو، جو جھوٹی قسمیں کھانے والا، ذلیل، خوار طعنہ باز، بڑا چغل خور، بھلائی سے روکنے والا، حد سے بڑھنے والا سخت گنہگار، سخت دل ہے اس پر طرہ یہ کہ حرام کا بچہ ہے۔ جب ولید نے یہ آیت سُنی۔ تو اپنی ماں کے پاس پہنچکر کہنے لگا۔ کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو میرے دس عیب بیان فرمائے اُن میں سے نو کو تو میں جانتا ہوں۔ کہ مجھ میں واقعی وہ عیب ہیں۔ مگر یہ بتا کہ میں حرامی ہوں یا حلالی؟ سچ بولنا! ورنہ تیری گردن مار دوں گا کیونکہ رسول اللہ علیہ السلام کی بات جھوٹی نہیں ہوتی۔ اِس پر اُس کی ماں نے کہا۔ کہ واقعی تو ہے تو حرامی۔ تیرا باپ نامرد اور بہت مالدار تھا۔ مجھے اندیشہ ہوا۔ کہ اگر میرے کوئی اولاد نہ ہوئی، تو میرا مال غیر لے جائینگے۔ تو میں نے ایک چرواہے سے زنا کرایا۔ تو اُس کا نطفہ ہے + اس میں یہ بھی اشارہ ہو رہا ہے کہ جو شخص حضور علیہ السلام کی توہین کو اپنا پیشہ بنائے۔ اُس کی اصل میں خطا ہوتی ہے۔ ایسے بدگویوں کو چاہیئے کہ اپنے نطفہ کی تحقیق کریں پھر ارشاد ہوا سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ ہم اُس کی سور کی سی تھوتھنی پر داغ دیں گے یعنی اُس کا چہرہ بگاڑ دیں گے کہ اُس کی بد باطنی چہرے سے نمودار ہو گی۔ آخرت تو جو ہو گا وہ ہو گا۔ دنیا میں بھی ولید کی شکل بگڑ گئی (خزائن و جلالین وغیرہ) اب بھی حضور کے گستاخوں کے چہروں پر ایمانی رونق نہیں ہوتی۔ بعض گستاخوں کے منہ پر مکھیاں بھنکتی اور آخر عمر میں شکل بگڑتی دیکھی گئی۔ نعوذ باللہ منہ

ایک بار ابولہب گستاخ نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا۔ کہ تمہارا ہاتھ ٹوٹ جائے غضب الٰہی کا دریا جوش میں آیا۔ اور ارشاد ہوا۔ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں (ٹوٹ جاویں) اور وہ تباہ

ہو بھی گیا، اُس کو اپنا مال اور کمائی کچھ بھی کام نہ آئی۔ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں وہ بھی اور اُسکی جورو بھی پہنچ گئے جو لکڑیوں کا بوجھ سر پر اٹھاتی ہے۔ اُس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا ہے۔

معلوم ہُوا کہ اُس بدنصیب نے ایک بدگوئی کی، اُس کے جواب میں اُسکو اور اُسکی جورو ام جمیل کو جو کچھ سنایا گیا، وہ معلوم ہو ہی گیا۔ بلکہ بعد کو اُس کی عورت اسی طرح مری کہ وہ حضورؐ کی ایذارسانی کے لئے خود اپنے سر پہ کانٹوں کا بوجھ لاد کر لاتی، اور حضورؐ کے راستہ میں ڈالا کرتی تھی۔ ایک دن کانٹوں کا بوجھ لا رہی تھی۔ کہ تھک کر آرام کیلئے ایک پتھر پہ بیٹھ گئی۔ ایک فرشتہ نے اُس کے پیچھے سے اُس کا بوجھ کھینچا، وہ گرا، اور اُسکی رسی سے ام جمیل کے گلے میں پھانسی لگ گئی۔ اور وہ مرگئی ؎

اب نہ ولید رہا نہ ابولہب، مگر اس پر رات دِن مشرق سے و مغرب میں لعنت پڑ رہی ہے۔ کہ نمازی نمازمیں، قرآن پڑھنے والا تلاوت میں ان القاب سے اُن کی تواضع کر رہے ہیں۔

ایک لطف اور ہے، وہ یہ کہ اب ظاہری آنکھوں میں وہ دربار نہیں، نہ وہ دعوت ولیمہ کی دھوم دھام ہے، نہ وہ آواز مبارک کے نغمے، ہمارے یہ نصیب کہاں تھے۔ کہ اُن مجلسوں کے نظارے کرتے، اور اپنے کانوں سے وہ خدا بھاتی آواز سنتے ؎ جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اُترن

مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

لیکن اس بزم کے آداب اُسی طرح لوگوں کے سامنے ہیں۔ کہ

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

اگر بعد والوں کو وہ باتیں دیکھنا میسر نہ ہوئیں۔ تو کم سے کم سُن کر ایمان لاویں۔ اور وجد میں آکر ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر پڑھ پڑھ کر لطف حاصل کریں ؎

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر!

نفس گم کردہ مے آید جنید و بایزید ایں جا

اُنہیں کے رب کی قسم اس دربار کا نکالا ہُوا کہیں بھی پناہ نہیں پایا۔ دنیا کے بادشاہوں کے مجرم مرکر حاکم کے عتاب سے چھوٹ جاتے ہیں۔ مگر ان کا مجرم نہ زندگی میں عزت پائے نہ قبر میں چین، نہ حشر میں آرام۔ اور اس بارگاہ کا مقبول ہر جگہ عزت پاتا ہے۔ اعلیحضرت نے خوب لکھا ہے

تو جو للکار دے آتا ہُوا اُلٹا پھر جائے　　تو جو چمکار لے ہر پھر کے ہو تیرا تیرا
دل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دزدِ رجیم　　اُلٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا

بخاری جلد اوّل کتاب المناقب میں ہے کہ ایک شخص کاتب وحی تھا۔ کہ وحی لکھنے کی خدمت اُسکے سپرد تھی۔ کچھ ایسی پھٹکار پڑی کہ مرتد ہوگیا۔ اور حضور علیہ السلام کو عیب لگانے لگا۔ جب وہ مرگیا۔ اور اُس کو دفن کیا گیا۔ تو زمین نے اُسے اپنے اندر باہر نکال پھینکا۔ اُس کے دوست سمجھے۔ کہ شائد اصحاب رسول اللہ نے اس کو نکال دیا ہے۔ اور زیادہ گہرا گڑھا کر کے دفن کیا۔ مگر زمین نے پھر بھی قبول نہ کیا نکال کر پھینک دیا۔ غرض کئی بار دفن کیا۔ مگر نعش باہر آگئی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ بارگاہ مصطفےٰ کا نکالا ہوا ہے۔ اُس کو کوئی بھی قبول نہ کریگا۔ اسی طرح مدارج النبوۃ میں ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ و کلثوم ابولہب کے دو بیٹوں یعنی عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں تھیں۔ کیونکہ اُس وقت تک مشرکین سے نکاح حرام نہ ہُوا تھا۔ جب سورۂ تبّت نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے ان دونوں بیٹوں سے کہا۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق دے دو۔ ورنہ میں تم کو اپنی میراث سے محروم کردوں گا۔ چنانچہ عتیبہ نے تو بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوکر معذرت کر کے طلاق دی۔ اور عتبہ نے گستاخی سے طلاق دی۔ اللہ کے محبوب نے فرمایا۔ کہ اے اللہ اپنے کسی کُتّے کو مقرر فرما جو اسکو سزا دے۔ عتبہ یہ سُن کر کانپ گیا۔ اگر ابولہب سے کہا۔ ابولہب بولا۔ اب میرے بیٹے عتبہ کی خیر نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بددعا اُسکے پیچھے پڑگئی ہر طرح اُسکی نگرانی رکھنے لگا۔ یہ ہی عتبہ ایک بار تجارتی قافلے کا سردار ہوکر شام کو چلا۔ ابولہب نے اپنے غلاموں کو وصیت کی کہ عتبہ کو اپنے بیچ میں سُلایا کرو۔ ایک جگہ

رات کو قافلے والے سو رہے تھے۔ کہ جھاڑی سے ایک شیر نکلا۔ ہر ایک کا منہ سونگھتا پھرا۔ سب کو سونگھ سونگھ کر چھوڑ دیا۔ مگر عتبہ کا منہ سونگھ کر اس کو پھاڑ ڈالا معلوم ہوا کہ اس بارگاہ میں بے ادبی کرنے والوں کے منہ سے بدبو ایسی نکلتی ہے جسکو جانور معلوم کر لیتے ہیں۔ کہ گستاخ کا منہ یہ ہے۔

اب مقبولین بارگاہ کا حال بھی سنتے چلو حضرت سفینہ جو حضور علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ایک بار کفار کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ کچھ روز بعد انہیں خبر ملی۔ کہ لشکر اسلام اس علاقہ میں آیا ہوا ہے رات کو موقعہ پا کر جیل خانہ سے نکل بھاگے دوڑے جا رہے تھے۔ کہ اچانک جھاڑی سے شیر نکلا۔ آپ نے اس سے کہا۔ کہ اے شیر میں رسول اللہ کا غلام ہوں راہ بھولا ہوا ہوں۔ یہ سن کر شیر دم ہلاتا ہوا آگے ہو لیا۔ اور راستہ دکھا کر بلکہ لشکر تک پہنچا کر واپس ہوا (دیکھو مشکوۃ باب الکرامات)

یہ دو تین واقعات اہل ایمان کی عبرت کے لئے کافی ہیں مسلمانوں کو لازم ہے۔ کہ عظمت رسول اللہ کے گیت گایا کریں۔ اپنے بچوں کو اس کی تعلیم دیں اور واعظین و علماء کو چاہیے کہ مسلمانوں کو یہ باتیں سکھائیں۔ یقین کرو کہ حضور علیہ السلام کی عزت میں اسلام کی عزت ہے۔ کیونکہ مکان کی عزت، مکان والے کی عزت سے اور کام کی وقعت کام والے کی وقعت سے ظاہر ہوتی ہے مثال کے طور پر سمجھو کہ ایک جلسے میں ہندو، عیسائی، یہودی اور مسلمان جمع ہوں۔ ہندو اٹھ کر کہے کہ میرا رام چندر وہ قوت والا ہے جس نے سیتا سے شادی کرنے کیلئے ایک بھاری کمان کو دو ٹکڑے کر دیا۔ عیسائی اٹھ کر کہے۔ کہ میرے مذہب کے بانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ شان تھی۔ کہ انہوں نے مردوں کو زندہ کر کے اپنا کلمہ پڑھوا لیا۔ یہودی اٹھ کر کہے۔ کہ میرے بانی مذہب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وہ شان تھی۔ کہ انہوں نے پتھر میں عصا مار کر پانی کے چشمے نکال دیئے۔ مگر آپ اٹھ کر وہ کہیں جو مولوی اسمٰعیل اور مولوی خلیل احمد نے لکھیں ہو کہ میرے نبی تو بندہ مجبور تھے۔ ان کو تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا وہ تو ذرہ ناچیز سے بھی کم تھے۔ ان کا علم تو شیطان اور ملک الموت سے کم تھا" تو بتاؤ کہ تم نے اسلام کی تعظیم کی

یا تو ہین ، وہ لوگ سن کر یہ ہی کہیں گے۔ کہ ایسے اسلام کو ہمارا دور ہی سے سلام ہے جسکے پیشوا کی مجبوری یا بے بسی کا یہ عالم ہو۔ ہاں اُس موقعہ پر کوئی مجھ جیسا فقیر نیاز مند حاضر ہو۔ وہ تڑپ کر کہے گا۔ کہ اے ہندو! اگر رام چندر نے ایک بھاری کمان کو توڑا تو ذرا میرے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خداداد قدرت کو تو دیکھ، کہ انھوں نے انگلی پاک کے اشارے سے پورے چاند کو توڑ کر دو کمانیں کر دیا۔ اور اے عیسائی! اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بے جان مردوں میں جان ڈالی۔ تو میرے محبوب علیہ السلام کی خداداد قوت دیکھ جنہوں نے سوکھی لکڑیاں اور جنگل کے درختوں اور کنکروں سے اپنا کلمہ پڑھوالیا۔ اور اے یہودی اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر میں سے پانی نکالا۔ تو میرے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی شان دیکھ، جنہوں نے انگلیوں سے پانی کے چشمے نکال دیئے ؎

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ وا

غرضکہ اسلام کی شوکت دکھانے کے لئے بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شوکت دکھانا ازبس ضروری ہے۔ مگر افسوس کہ اس زمانے کے بعض مرتدین اس رمز کو نہ سمجھے۔ بلکہ شیطان نے اُن کو یہ بتایا کہ انبیاء کی عزت بیان کرنے سے خدا کی توہین ہو گی۔ ان عقلمندوں نے ابلیسی توحید کو اسلامی توحید سمجھا۔ کہ توحید خدا کیلئے توہین مصطفےٰ ضروری ہے۔ یہ ہی تو ابلیس نے کہا تھا۔ حالانکہ حضور علیہ السلام کی عظمت رب کی قدرت کا مظہر ہے شاگرد کی قابلیت سے استاد کی لیاقت کا پتہ چلتا ہے۔ اور چیز کے جمال سے بنانے والے کا کمال معلوم ہوتا ہے۔ جب اللہ کے محبوب کی عظمت کا خیال ہو گا تو یہی کہنا پڑے گا۔ کہ اے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپکے رب کی قدرت کے قربان کہ جس نے ایسے کمال والے کو پیدا فرمایا۔

اسی بات کا لحاظ رکھتے ہوئے فقیر نے ایک کتاب شان حبیب الرحمٰن از آیات القرآن اور ایک کتاب جاء الحق لکھی۔ بفضلہ تعالیٰ وہ ملک میں ایسی مقبول ہیں۔ کہ مجھے اس قدر امید بھی نہ تھی۔ ہندوستان کے ہر خطہ میں پہنچی۔ اور اہل سنت نے اپنی محبت

کا بہت اظہار کیا۔ اور خوشنودی کے خطوط لکھے، دعائیں دیں اور کسی دیوبندی یا وہابی کو اعتراض کرنے کی ہمت اور جرأت نہ ہوئی۔ بلکہ خدا کے فضل سے بہت سے دیوبندی ان کتابوں کو دیکھ کر دیوبندیت سے توبہ کر کے مسلمان ہو گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ لیکن بعض اہل سنت کا اصرار ہوا۔ کہ جاء الحق میں تقریباً تمام مسائل تو آ گئے۔ مگر تین مسئلے نہ آئے جن کی اس وقت ضرورت ہے۔ ایک تو سلطنتِ مصطفٰے، کیونکہ دیوبندی اور وہابی جہاں حضور کی تمام کمالات کے منکر ہیں وہاں اسکے بھی منکر اور قرآن کریم میں جو آیات بتوں کی مجبوری اور مقہوری کے لئے آئی ہیں وہ انبیاء پر چسپاں کرتے ہیں اور بُت پرستوں کی آیات کو مسلمانوں کیلئے پڑھتے ہیں۔ بلکہ اُن کو سارے قرآن مجید میں صرف یہ ہی آیت نظر آئی قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ

دوسرے بیس ۲۰ رکعت تراویح۔ کیونکہ مولوی رشید احمد صاحب نے اس پر جو کتاب لکھی الرای النجیح اُس سے اور مغالطہ بڑھتا ہے۔

تیسرے مسئلہ عصمتِ انبیاء۔ کیونکہ کانپور سے ایک شخص برابر اس کے مخالف مضامین شائع کر رہا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ انبیاء کرام نعوذ باللہ گنہگار بلکہ مشرک تھے بعد کو توبہ کی۔ میں نے ان مضامین کو اپنے رب کے کرم سے لکھ تو کیا۔ مگر اس خیال میں رہا کہ جاء الحق کے دوسرے ایڈیشن میں مسائل بڑھا دیئے جائیں گے۔ لیکن میرے محترم دوست منشی احمد دین صاحب نے بہت زور دیا۔ کہ سلطنتِ مصطفٰے بہت جلد شائع کر دی جاوے اِس کی سخت ضرورت ہے اور بہت مانگ ہے۔ لہٰذا توکلاً علی اللہ اس کی تیاری کر دی۔

تیاری تو کر دی۔ مگر اپنی بے بضاعتی اور کم علمی پر نظر کرتے ہوئے ہمت ٹوٹتی تھی۔ لیکن اعلیحضرت کے ان اشعار نے ہمت بندھا دی ؎

ٹوٹی آس بندھاتے یہ ہیں چھوٹی نبضیں چلاتے یہ ہیں
ڈوبی ناؤ تراتے یہ ہیں ہلتی نیویں جماتے یہ ہیں
فیض جلیل خلیل سے پوچھو آگ میں باغ کھلاتے یہ ہیں

نہ وہ کام میری طاقت سے ہوا، اور نہ یہ میری قوت سے ہوگا۔ بلکہ وہ محبوب

جس سے چاہیں اپنا کام لے لیں ؎

تم تو جس خاک کو چاہو وہ بنے بندۂ پاک
میں نبی کس کو بتاؤں جو خفا تم ہو جاؤ

اِس کتاب کا نام سلطنتِ مصطفٰے در مملکتِ کبریا رکھتا ہوں۔ اور اس کا وہ ہی طریقہ ہوگا۔ جو جاء الحق کا ہے۔ کہ دو باب میں یہ مسئلہ بیان کیا جاوے گا۔ پہلے باب میں حضور علیہ السلام کی بادشاہی کا ثبوت، اور دوسرے باب میں اس پر مخالفین کے اعتراضات و جوابات۔

وَمَا تَوفِیقِی اِلَّا بِاللّٰہِ وَھُوَ حَسْبِیَ وَنِعْمَ الْوَکِیْلِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

ناچیز احمد یار خاں نعیمی اشرفی اوجھانوی
مدرس مدرسہ انجمن الرسول گجرات پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم بحکم پروردگار کونین کے مالک ومختار ہیں۔ زمین کے مالک آسمان کے مالک، اپنے رب کی عطا سے جحیم کے مالک، جناں کے مالک، رب کے احکام کے مالک، انعام کے مالک ہے

خالق کل نے آپ کو مالکِ کُل بنا دیا　　دونوں جہاں ہیں آپکے قبضہ و اختیار میں

جس کو چاہیں اپنے رب کی عطا سے عطا فرما دیں۔ جس کو جس سے چاہیں محروم کر دیں اور جس کے لئے جو چاہیں حلال فرمادیں۔ اور جو چاہیں حرام بغرضیکہ دونوں جہان کے شہنشاہ کونین کے مالک و مولیٰ ہیں ہے

حکم نافذ ہے ترا سیف تری خامہ ترا　　دم میں جو چاہے کرے دَور ہے شاہا تیرا

اِس مضمون کو سن کر بفضلہ تعالیٰ اہل سنت تو باغ باغ ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے ایمان تازہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ ہندو نہیں، عیسائی نہیں، دیگر کفار نہیں بلکہ مسلمانی کا دم بھرنے والے دیوبندی، وہابی جل کر خاک سیاہ ہو جاتے ہیں بمثل مشہور ہے۔ کہ داتا دے اور بھنڈاری کا پیٹ پھٹے بھلا کوئی ان عقلمندوں سے پوچھے۔ کہ رب دینے والا اُس کے حبیب لینے والے۔ تم جلنے والے کون؟ اب میں اولاً تو اپنے رب سے پوچھتا ہوں کہ مولا! بتا؛ تو نے اپنے پیارے کو کیا کیا دیا؟ پھر اس لینے والے محبوب علیہ السلام سے عرض کرتا ہوں۔ کہ اے آقا! تم نے اپنے رب سے کیا کیا لیا۔ نیز صحابہ کرام سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ اس عطا اور قبول کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ پھر ساری امت کے علماء سے دریافت کروں گا۔ کہ تمہارا اس بارے میں کیا عقیدہ ہے؛ پھر دیوبندیوں اور وہابیوں کے پیشواؤں سے بھی پوچھوں گا۔ کہ تم بھی کچھ بولو! اس بارے میں کیا کہتے ہو۔ پھر عقلی دلائل قائم کروں گا۔ لہذا اس بحث کے دو باب کرتا ہوں پہلے باب میں حضور علیہ السلام کی بادشاہی کا ثبوت، اور دوسرے میں مخالفین کے سارے اعتراضات مع جوابات۔

پہلے باب کی پانچ فصلیں ہیں۔ فصل اوّل میں حضور علیہ السلام کی سلطنت کا ثبوت

قرآنی آیات سے دوسرے فصل میں احادیث شریفہ سے تیسرے فصل میں اقو
محدثین ومفسرین وعلمائے اُمت سے چوتھے فصل میں مخالفین کے اقوال سے ا
تائید۔ پانچویں فصل میں عقلی دلائل۔

نوٹ ضروری۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مالکِ دوجہان ہونے کا نہ تو
مطلب ہے کہ رب تعالیٰ کسی چیز کا مالک نہ رہا۔ اور نہ یہ مطلب کہ حضور علیہ السلام رب تع
کی مثل مالک ہیں جس سے لازم آجائے۔ کہ عالم کے دو مستقل مالک ہیں۔ بلکہ رب تعالیٰ
ملکیت حقیقی قدیم اور ازلی وابدی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت عطائی ا
حادث ہے۔ جیسے دنیوی بادشاہ اپنی سلطنت کے مالک، ہم لوگ اپنے گھربار کے مالک
ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام رُوئے زمین کے مالک ہوئے۔ اس کا یہ مطلب یہ نہیں
رب تعالیٰ ان چیزوں کا مالک نہ رہا بلکہ وہ حقیقی مالک ہے ہم مجازی اُس کی ملکیت ذاتی
ہماری عطائی۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت خدا تعالیٰ کی نسبت سے ہے

پہلی فصل۔ قرآنی آیات کے بیان میں

(۱) وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ اور نہیں بُرا لگا اُ
مگر اس بات سے کہ ان کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔
اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لوگوں کو غنی اور مالدار
ہیں۔ اور دوسروں کو غنی وہی کرے گا جو خود مالک ہوگا۔ ظاہر یہ ہے کہ فضلہ کی ضمیر رسو
کی طرف لوٹے کیونکہ یہی قریب ہے۔ واللہ اعلم

(۲) وَلَوْ اَنَّھُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰ
سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗٓ اِنَّآ اِلَی اللّٰہِ رٰغِبُوْنَ ۝ اگر کیا اچھا ہوتا
وہ اسی پر راضی ہوتے۔ جو اللہ اور رسول نے ان کو دیا۔ اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ اب
اللہ اپنے فضل سے اور اُس کا رسول اور دیگا۔ ہمیں اللہ کی طرف رغبت ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا بھی ہے اور دینگے بھی

دیتا وہی ہے جس کے پاس خود بھی ہو حضور علیہ السلام کیا دیتے ہیں جو اللہ دیتا ہے ۔ وہ حضور علیہ السلام دیتے ہیں ۔ کیونکہ اس آیت میں ایک دینے کو دو کی طرف نسبت کیا گیا ہے یعنی اللہ سب کچھ دیتا ہے تو حضور علیہ السلام بھی سب کچھ دیتے ہیں ۔

(۳) اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ اے محبوب علیہ السلام ہم نے آپکو کوثر دے دیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا ۔ کہ رب تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو کوثر عطا فرمایا ۔ کوثر سے مراد یا تو حوض کوثر ہے ، یا بہت بھلائی ، یا بہت امت ، یا مقام محمود ، یا شفاعتِ کبریٰ ، یا بہت سے معجزات ، یا دنیاوی غلبہ ، یا ملکوں کی فتوحات ، یا ساری خلقت پر بزرگی یا عالم کثرت یعنی اللہ کے ماسویٰ ساری مخلوقات ۔ کچھ بھی مراد ہو ۔ مگر معلوم ہوا ۔ کہ رب نے دیا ۔ اور بہت کچھ دیا ۔ محبوب علیہ السلام نے لیا ۔ اور دینے لینے والے سے لینے والے کا مالک ہونا لازم آیا ۔ نیز اعطینا ماضی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ یہ عطا ہو چکی اور قبضہ دیا جا چکا ۔ ثابت ہوا ۔ کہ حضور علیہ السلام مالک ہیں ۔ اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہے لہذا تقویت الایمان کا یہ کہنا ۔ کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ ایک چیز کا بھی مالک و مختار نہیں ۔ اس ارشاد ربانی کے خلاف ہے ۔

لطیفہ دنیا کی ساری نعمتوں کو رب تعالیٰ قلیل فرماتا ہے یعنی بہت تھوڑی مگر جو حضور علیہ السلام کو دیا گیا ۔ وہ کثیر نہیں ۔ اکثر نہیں ۔ بلکہ کوثر ہے یعنی زیادہ نہیں ، بہت زیادہ نہیں بلکہ بہت ہی زیادہ ہے ۔ دنیا تو میرے آقا کی ملکیت کا ایک کروڑواں حصہ بھی نہیں ۔

(۴) اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ بے شک اے محبوب (علیہ السلام) ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمائی ۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا ۔ کہ رب نے حضور (علیہ السلام) کو فتح دی ۔ اگر فتح سے مراد ہو ملکوں کا فتح کرنا تو ظاہر ہے کہ فتح کرنے والا مفتوحہ ملک کا مالک ہوتا ہے حضور کی بادشاہت ثابت ہوئی ۔ اور اگر فتح کے معنی کھولنا ہیں تو آیت کا مطلب یہ ہوا ۔ اے پیارے ہم نے تمہارے لئے بند دروازے کھول دیئے جس سے معلوم ہوا ۔ کہ جو دروازے اوروں کے لئے بند تھے وہ حضور کے لئے کھول دیئے گئے جنت کا دروازہ ۔ دیدار الٰہی کا دروازہ ، شفاعت کبریٰ کا

دروازہ غرضکہ ہر نعمت کا دروازہ حضور کے لئے کھول دیا گیا ؛
(۵) وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى ؀ اے محبوب (علیہ السلام) رب نے تم کو حاجتمند پایا۔ پس آپ کو غنی کر دیا ؛
(۶) وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؀ اے محبوب (علیہ السلام) تم کو تمہارا رب اتنا دے گا۔ کہ پیارے تم راضی ہو جاوگے ؛
ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا۔ کہ رب نے اُن کو اس قدر دے دیا کہ دو عالم سے وہ غنی ہو گئے۔ اور وعدہ فرمایا گیا۔ کہ اور بہت کچھ دیں گے۔ جب خدا دے چکا، محبوب لے چکے تو ملکیّت خود بخود ثابت ہو گئی۔ پھر ان آیتوں میں تہ نہ فرمایا۔ کہ کتنا دے کر غنی کر دیا۔ اور کیا اور دے گا جس سے معلوم ہوا کہ سب کچھ دیا جا چکا۔ اور دیا بھی جاوے گا جس قدر خلقت بڑھتی جاوے۔ گی عطا ہوتی جاوے گی۔
(۷) وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ؀ اے محبوب (علیہ السلام) آپ پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے ؛ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جو اقبال والا اور دولت مند ہو۔ اس کو کہتے ہیں۔ کہ فلاں پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ اسی طرح رب فرما رہا ہے کہ اے محبوب آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ خیال رہے کہ رب نے ساری دنیا کو قلیل کہا۔ یعنی تھوڑی ہے۔
اور دنیا کے معنی یہی دنی (حقیر) چیز ہیں۔
رب نے اُن پر عظیم (بڑا) فضل فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ دنیا تو ملکیّت محبوب کا ایک کروڑواں حصّہ بھی نہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ساری دنیا کی بادشاہت دی۔ مگر رب نے اُن کے متعلق نہ فرمایا۔ کہ اُن پر بڑا فضل کیا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ تخت و تاج سلیمانی میرے آقا کی ملکیّت اور سلطنت کا ایک صوبہ بلکہ ایک ضلع ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم
اب یہ بھی ملاحظہ ہو کہ حضور مالک احکام ہیں اور کوئی عبادت بارگاہِ الٰہی میں اُس وقت تک قبول نہیں۔ جب تک کہ حضور علیہ السلام اُس کو پسند نہ فرمائیں۔ اور حضور علیہ السلام حرام و حلال کے مالک و مختار ہیں۔ سنو رب فرما رہا ہے۔
(۸) خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ...

اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ - اے محبوب ان کے مال میں سے صدقہ قبول فرمالو۔ جس سے تم اُن کو پاک و ستھرا فرمادو، اور اُن کے حق میں دعائے خیر کرو۔ بے شک تمہاری دُعا اُن کے دلوں کا چین ہے ۔

اس آیت کریمہ میں محبوب علیہ السلام کو دو حکم دیئے جا رہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو توجہ کرنے والے صحابہ کرام اپنے مال کا صدقہ آپکی بارگاہ میں پیش کر رہے ہیں۔ اسکو قبول فرما لو۔ اور ان کو پاک فرمادو۔ دوسرے یہ کہ اُن کے لئے دعا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ جو عبادت ہے۔ اُسی وقت قابل قبول ہے جبکہ حضور علیہ السلام قبول فرمالیں۔ اگر یہ پابندی نہ ہوتی صحابہ کرام کسی کو بھی دے دیتے۔ دوسرے یہ کہ کوئی بھی صرف عبادت سے پاک نہ ہوگا۔ بلکہ پاکی تو حضورؐ کے کرم سے ملے گی۔ کیونکہ یہاں فرمایا گیا۔ کہ اُس صدقہ سے آپ اُن کو پاک کردو۔ تیسرے یہ کہ رب تعالیٰ بغیر حضورؐ کی شفاعت کے کسی کو کچھ بھی نہیں عطا فرماتا۔ فرمارہا ہے آپ اُن کے لئے دعا کرو۔ وہ تو اس پر بھی قادر تھا۔ کہ بغیر حضورؐ کی دعا کے اُن کو سب کچھ دے دے۔ مگر نہیں دیتا جب محبوب سے کہلالیتا ہے۔ تب دیتا ہے۔ چوتھے یہ کہ صحابہ کرام کو اپنے اعمال پر چین نہیں آتا تھا۔ جب تک اُن اعمال کی حضور رجسٹری نہ فرماویں۔ اسی لئے قرآن فرمارہا ہے۔ کہ تمہاری دعا سے اُن کے دلوں کو چین ہوگا ۔

بے اُن کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے　　　حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصری کی ہے

(۹) وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وہ نبی لوگوں پر گندی چیزوں کو حرام فرماتے ہیں۔

(۱۰) وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ - اور کفار اُن چیزوں کو حرام نہیں مانتے جو اللہ اور اُس کے رسول نے حرام فرمائیں ۔

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حرام فرمانے کا اختیار دیا گیا ہے معلوم ہوا کہ حضور مالک احکام ہیں۔ دیکھو کتا، گدھا، بلی وغیرہ کی حرمت قرآن میں ہم کو نہیں ملتی۔ احادیث یعنی حضور علیہ السلام کے فرمان ہی سے ملتی ہے۔

(۱۱) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ

الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ ط نہ کسی مسلمان مرد اور نہ مسلمان عورت کو یہ حق ہے کہ جب اللہ
اور اُس کا رسول کچھ فیصلہ فرما دیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار رہے ۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت زید ابن حارثہ جو حضور علیہ السلام کے آزاد کئے ہوئے غلام تھے ، اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں رہتے تھے حضور علیہ السلام نے ان کے نکاح کا پیغام حضرت زینب بنت جحش کو دیا۔ حضرت زینب بنت جحش خاندان قریش کی بڑی عزت والی بی بی تھیں۔ اُنہوں نے اور اُن کے بھائی عبد اللہ بن جحش نے اُس کو منظور نہ کیا۔ کیونکہ وہ قریشی اور بہت ذی عزت تھیں۔ اور حضرت زید قریشی نہ تھے ۔ اور نکاح میں کفو کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اُس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس آیت کے نزول کے بعد اُن سب کو راضی ہونا پڑا اور نکاح ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام مسلمانوں کی جان ، مال اور اولاد کے مالک ہیں۔ اور ایسے مالک کہ اُن کے حکم کے مقابلے میں کسی کو اپنی جان ، مال اور اولاد کا کچھ اختیار نہیں ۔ دیکھو نکاح میں بالغہ لڑکی کی اجازت اور اُن کے اہل قرابت کی رضا ضروری ہوتی ہے ۔ یہ کیسا نکاح ہے کہ اس میں کسی کی ناراضگی کا اعتبار نہ کیا گیا ۔ وجہ یہی ہے کہ سارے مسلمان مرد حضور علیہ السلام کے غلام ہیں اور مسلمان عورتیں لونڈیاں مولا کو اختیار ہے ۔ کہ جہاں چاہے لونڈی کا نکاح کر دے ۔

(۱۲) قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط
فرما دو۔ اے محبوب (علیہ السلام) اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ۔ اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو ۔

اس آیت کریمہ میں حضور علیہ السلام کو اجازت دی گئی ہے کہ جہاں بھر کے مسلمانوں کو اپنا بندہ یعنی غلام فرمائیں ۔ مثنوی شریف میں ہے ؎

بندہ خود خواند احمد در رشاد   جملہ عالم را بخواں قُلْ یٰعِبَادْ

اور سب کو اپنا غلام وہی کہہ سکتا ہے جو سب کا مالک ہو ۔

(۱۳) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ۔ اے

ایمان والو اللہ اور رسول کے بلانے پر فوراً حاضر ہوجاؤ جب تم کو بلائیں (علیہ السلام)
اس آیت سے معلوم ہؤا۔ کہ حضور علیہ السلام کی اطاعت اور ان کے بلانے پر حاضر ہونا مسلمانوں پر ہر حال میں لازم ہے۔ اور اطاعت کے واجب ہونے کی وجہ یہی ہے کہ حضور علیہ السلام سب کے مالک ہیں۔ اس آیت کی تفصیل مقدمے میں اور پوری تفصیل "شانِ حبیب الرحمٰن" میں کی جاچکی ہے

خاتمہ : عقل حیران ہے کہ اللہ کے محبوب علیہ السلام کی کیسی سلطنت ہے اور ان کی کیا شان۔ کہ ان کے آنے سے زمانہ میں انقلاب آگیا، دنیا بدل گئی۔ رب نے اپنے قوانین حکومت کو بدل دیا۔ اس سے پہلے عالم میں حق تعالیٰ کی جبّاری کا ظہور تھا۔ اور حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد اسکی ستّاری اور غفّاری کی جلوہ گری ہے۔ غور تو کرو کہ پچھلی اُمتوں میں ایک ایک گناہ کرنے پر عذاب آتا رہا۔ کسی قوم کی صورت مسخ کی گئی۔ کہیں پتھر برسے کسی کو پانی کے سیلاب سے تباہ کیا گیا۔ کسی کا تختہ اُلٹا گیا۔ کسی کو بندر اور سُور بنا کے ہلاک کیا گیا۔ لیکن جب کفّارِ مکہ نے کہا۔ کہ اے اللہ! اگر اسلام سچا ہے تو ہم پر پتھر برسادے تو اس کے جواب میں پتھر نہ آئے۔ عذاب نہ آیا۔ دریائے غضب کو جوش نہ آیا۔ بلکہ یہ آیت آئی وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب دے۔ جب تک کہ اے محبوب ان میں تم ہو ۔ سبحان اللہ! معلوم ہؤا۔ کہ وہ تو اسی قابل تھے کہ ان پر عذاب آجاتا۔ لیکن یہ اس رحمت والے کا لحاظ ہے کہ رب عذاب نہیں بھیجتا۔ اگر آج ہم اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں تو ہم کو معلوم ہوگا۔ کہ جو عیب پہلی اُمتوں میں ایک ایک کرکے تھے۔ ہم میں وہ سب ملا کر ہیں کم تولنا، لڑکوں سے اغلام کرنا، ڈکیتیاں کرنا غرض سارے عیوب موجود ہیں۔ مگر نہ صورتیں بگڑتی ہیں، نہ پتھر برستے ہیں۔ نہ اور کوئی ظاہر عذاب آتا ہے۔ یہ صدقہ ہے اُس شہنشاہ کریم کا۔ کہ دنیا میں امن وامان کا دَور دورہ ہے،

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

دوسری فصل احادیث شریفہ کے بیان میں

(۱) مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور مجھ کو سونپی گئیں معلوم ہوا۔ کہ رب تعا
نے حضور علیہ السلام کو تمام خزانہائے زمین کی کنجیاں عطا فرمائیں۔ اور کنجی مالک ہی کو د
جاتی ہے۔ بھلا خیال تو کرو۔ کہ زمین کے خزانوں کی کوئی انتہا ہے۔ جو کچھ زمین پر ہے، انسان
حیوانات ہر قسم کے غلے، ہر قسم کے پھل، سونا، چاندی، موتی، جواہرات، لعل، زمرد وغیرہ یہ
زمین کے خزانے ہیں اور حضور علیہ السلام ان کے مالک۔

(۲) مشکوٰۃ شریف اسی باب میں ہے اُعْطِیْتُ الْکَنْزَیْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْیَضَ
یعنی مجھ کو دو خزانے عطا فرمائے گئے۔ ایک سُرخ اور ایک سفید۔ معلوم ہوا۔ کہ حضور علیہ
السلام کو تمام سونا اور چاندی عطا فرما دیا گیا اور قبضہ بھی دے دیا گیا۔ تاکہ ملکیت ثابت ہو جا

(۳) مشکوٰۃ شریف باب اخلاق النبی میں ہے۔ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِیَ جِبَالُ
الذَّھَبِ۔ اگر ہم چاہیں تو ہمارے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کریں۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ
السلام ہر طرح مالک و مختار ہیں مگر ظاہر کرنا منظور نہیں ٭

(۴) مشکوٰۃ شریف کتاب العلم میں ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں اِنَّمَا اَنَا قَاسِ
وَاللّٰہُ یُعْطِیْ ط یعنی اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور ہم بانٹتے ہیں + اس سے معلوم ہوا۔ کہ جو چیز
جب بھی جس کو خدا دیتا ہے۔ وہ حضور علیہ السلام ہی کی تقسیم سے ملتی ہے اس میں
اللہ تعالیٰ کے دینے اور حضور علیہ السلام کے تقسیم فرمانے کو بغیر قید بیان فرمایا گیا ہے
نہ زمانے کی قید۔ نہ چیز کی، نہ لینے والے کی یعنی حضور علیہ السلام کیا بانٹتے ہیں۔ وہ جو
خدا دیتا ہے۔ اور خدا تو ہر چیز دیتا ہے لہذا حضور علیہ السلام ہر چیز بانٹتے ہیں۔ اور ہر
چیز بانٹے گا وہ ہی، جسے مالک نے ہر چیز دی ہو حضور علیہ السلام کی ملکیت اور قبضہ
ثابت ہوا ٭

(۵) مشکوٰۃ باب السجود وفضلہ میں ہے۔ کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے

حضرت ربیعہ ابن کعب اسلمی سے خوش ہو کر فرمایا۔ سَل کچھ مانگ لو۔ انہوں نے عرض کیا اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ یعنی میں آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں ارشاد فرمایا اَوْغَیْرَ ذٰلِکَ کچھ اور مانگنا ہے؟ عرض کیا بس یہی۔

اس حدیث سے تین طرح حضور علیہ السلام کی بادشاہت ثابت ہوئی۔ اولاً اس طرح کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کچھ مانگو۔ یہ نہ فرمایا کہ فلاں چیز مانگو۔ اور یہ وہ ہی کہہ سکتا ہے جس کے قبضے میں سب کچھ ہو پھر حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی خوب سوچ کر وہ چیز مانگی، جو بے مثل ہے یعنی جنت اور جنت کا صدر مقام اعلیٰ علیین، جہاں حضور علیہ السلام کا قیام ہو + دوسرے اس طرح کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اَسْئَلُکَ میں آپ سے مانگتا ہوں۔ یہ نہ کہا۔ میں خدا سے مانگتا ہوں۔ اور حضور علیہ السلام نے بھی نہ فرمایا۔ کہ تم مشرک ہو گئے۔ اور ظاہر بات ہے۔ کہ چیز مالک سے مانگی جاتی ہے۔ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ہر چیز کے مالک ہیں + تیسرے اس طرح کہ حضور علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا کچھ اور مانگ لو۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ جنت کے علاوہ کچھ اور دینے پر بھی قادر ہیں۔ مگر حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھ لیا تھا۔ کہ جب اس باغ عالم کا پھول مل گیا۔ تو پتوں کی کیا ضرورت ہے خیر حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ مانگیں یہ اُن کی خوشی، دینے میں تو وہاں کوئی انکار نہیں تھا ؎

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیئے　　دینے والا ہے سچا ہمارا نبیؐ

(۶) تا (۱۰) مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں چند احادیث ہیں۔

(۱) حضرت جابر کے گھر تھوڑے آٹے اور گوشت میں حضور علیہ السلام نے اپنا لعاب شریف ڈال دیا۔ تو وہ تھوڑا آٹا اور گوشت سینکڑوں آدمیوں نے کھا لیا۔ مگر نہ گوشت کم ہوا، نہ آٹا اور نہ روٹی پکانے والی بی بی کو پکانے سے کچھ تھکن معلوم ہوئی ÷

(۲) ایک غزوہ میں ایک پیالہ پانی میں ہاتھ مبارک رکھ دیا، تو انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے اور پندرہ سو آدمیوں نے وہ پانی سیر ہو کر پیا اور وضو کیا ÷

(۳) حدیبیہ کے کنوئیں میں پانی کم تھا حضور علیہ السلام نے اُس میں ایک تیر ڈال دیا جس سے اُس کنوئیں کا پانی زیادہ ہو گیا۔

(۴) ایک بوڑھی عورت کو بلا کر اُس کے مشکیزے کا منہ صحابہ کرام کے لئے کھول دیا وہ پانی سب کو کافی ہوا سب نے اپنے برتن بھر لئے اور خوب پی لیا مگر مشکیزہ اسی طرح بھرا

اِن روایات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر چیز کے مالک ہیں دو وجہ سے اوّل تو یہ کہ حضرت جابر کے یہاں دعوت میں اُن کی اجازت اُس کی چیز کسی کو نہیں کھلا سکتے۔ معلوم ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام ہر شخص کے مالک ہیں اور ہر شخص اُن کا غلام کیونکہ مالک کو حق ہے۔ کہ اپنے غلام کا مال اُس کے بغیر پوچھے، خود کھائے اور دوسروں کو کھلائے دوسرے اِس طرح کہ غور تو کرو۔ اِن انگلیوں اور مشکیزے اور کنوئیں میں پانی کہاں سے آرہا تھا؟ دراصل اس کا اُس وقت کنکشن کوثر و سلسبیل سے فرما دیا۔ اور دنیا ہی میں وہ پانی سب کو پلا دیا۔ اسی لئے حضور علیہ السلام کی اُنگلیوں کا یہ پانی آبِ زمزم سے افضل مانا گیا ہے معلوم ہوا۔ کہ حضور کونین کی نعمتوں کے مالک ہیں کہ اپنے غلاموں کو جس جگہ چاہیں جنت کی نعمتیں کھلا دیں۔

(۱) مشکوٰۃ شریف باب صلوٰۃ الخسوف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَنَّۃَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْھَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُہٗ لَاَکَلْتُمْ مِنْھَا مَابَقِیَتِ الدُّنْیَا یعنی ہم نے اس گرھن کی نماز میں جنت کو دیکھا۔ اور اُس کا ایک خوشہ (گچھا) پکڑا اگر ہم وہ خوشہ توڑ لیتے تو تم اُس کو قیامت تک کھاتے رہتے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام کو اجازت تھی، کہ وہ مدینہ پاک میں کھڑے ہوئے جنت کے خوشے توڑیں اور صحابہ کرام کو عطا فرما دیں لیکن خود اپنے اختیار سے نہ توڑا جس سے ثابت ہوا۔ کہ دنیا میں رہ کر جنت کی ہر چیز کے مالک ہیں۔

(۱۲ تا ۱۴) مشکوٰۃ باب المعجزات میں ہے کہ ایک میدان میں حضور علیہ السلام نے استنجا فرمانے کا ارادہ فرمایا۔ اُس میدان میں دو درخت دور دور کھڑے تھے۔ پردہ کی غرض سے ان دونوں درختوں کو بُلا کر ملا دیا۔ وہ درخت دونوں اسطرح حضور علیہ السلام

کے پیچھے پیچھے چلے آئے اور اُن کی آڑ میں حضورؐ نے استنجا فرمایا۔

(۲) شامی باب المرتدین میں ہے کہ حضور علیہ السلام کے ہاتھ مبارک پر مُردے زندہ ہوکر اسلام لائے حتّٰی کہ حضرت آمنہ خاتون، اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اپنے والدین) کو بھی زندہ فرما کر مسلمان کیا۔

(۳) اسی شامی میں اسی جگہ ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی نماز عصر حضور علیہ السلام کی نیند پر قربان کر دی۔ قصّہ یہ تھا۔ کہ حضور علیہ السلام نماز عصر پڑھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ حضرت علی نے ابھی تک عصر کی نماز نہ پڑھی تھی۔ آفتاب ڈوبتا رہا۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش بیٹھے رہے کیونکہ اُن کا خیال تھا۔ کہ اگر میں نماز کے لئے اُٹھا۔ تو حضور علیہ السلام کے آرام میں خلل واقع ہوگا۔ آفتاب ڈوب گیا۔ اور حضرت علی کی عصر قضا گئی۔ حضور علیہ السلام نے بیدار ہوکر ڈوبے ہوئے سورج کو واپس لوٹایا۔ گئے ہوئے دن کو عصر بنایا اور حضرت علی کی گئی ہوئی عصر ادا کرا کے پڑھا دی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اِن روایتوں سے معلوم ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام کونین کے مالک ہیں۔ دو وجہ سے ایک تو اس لئے کہ مرنے کے بعد کسی کا ایمان قبول نہیں ہوتا۔ اور وقت کے بعد نماز ادا نہیں ہو سکتی۔ مگر اُس سلطان کی حکومت کے صدقہ و قربان کہ اپنے ماں باپ کو اُنکی وفات کے بعد ایمان دے کر انہیں صحابی بنا دیا۔ اور رب نے قبول فرما لیا۔ اور حضرت کی گئی ہوئی نماز صحیح کرا دی۔ اور پھر لطف یہ کہ حضرت علی کے سوا جن لوگوں نے نماز عصر پہلے پڑھ لی تھی اُن سے اعادہ نہ کرایا گیا۔ یہ ایک ہی وقت حضرت علی کیلئے عصر ہے اور دوسروں کیلئے نہیں ھٰکذا فِی الشّامِی فی ھٰذَا المقَامِ۔ مصرعہ مصطفےٰ تیری شوکت پہ لاکھوں سلام

دوسرے اس لئے کہ آفتاب آسمان پر رہتا ہے اور مُردوں کی روح عالم ارواح کی ایک چڑیا ہے مگر حضور علیہ السلام کی بادشاہت اُن پر بھی جاری ہے۔ کہ اِدھر سے اشارہ ہُوا، اُدھر سے اطاعت ہوئی کہ سورج ڈوبا ہُوا لوٹا، اور والدین کی روح اُس عالم سے واپس آئی

اشارے سے چاند چیر دیا! چھپے ہوئے خورشید کو پھیر لیا

گئے ہوئے دن کو عصر کیا   یہ تاب و تواں تمہارے لئے

معلوم ہؤا۔ کہ حضور مالک احکام بھی ہیں کہ نماز کے اوقات میں فرق فرما دیا۔

حضور علیہ السلام کے والدین کے ایمان کی بحث شانِ حبیب الرحمٰن میں دیکھو۔

(۱۵) مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں ہے کہ ایک صحابی نے جمعہ کے دن خطبے کے وقت قحط سالی کی شکایت کی حضور علیہ السلام نے منبر پر ہی بارش کی دعا فرمائی۔ ابھی خطبہ ختم نہ ہوا تھا۔ کہ بارش شروع ہو گئی۔ دوسرے جمعہ تک لگاتار بارش ہوتی رہی۔ پھر انہی صاحب نے عرض کیا۔ کہ بارش بہت ہو چکی، مکان گرے جا رہے ہیں حضور علیہ السلام نے منبر پر کھڑے کھڑے انگلی کا اشارہ فرمایا۔ اشارے سے بادل پھٹ گیا۔ اور عرض کیا۔ کہ اے اللہ ہم پر بارش نہ ہو آس پاس برسے۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بادلوں پر بھی حکومت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ بلانے پر چلے آتے ہیں۔ اور اشارے سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ نہ مانسون ہوا کی شرط ہے، نہ موسم کی قید۔

(۱۶) اسی مشکوٰۃ باب المعجزات میں ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اڑیل گھوڑے پر ایک بار حضور علیہ السلام نے سواری فرمائی۔ تو وہ گھوڑا ہمیشہ کیلئے اچھا ہو گیا، اور پھر کبھی نہ اڑا۔ معلوم ہؤا کہ عالم کے جانوروں پر بھی حضور علیہ السلام کی سلطنت ہے۔

(۱۷) اسی مشکوٰۃ باب المعجزات میں ہے کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا حضور علیہ السلام نے اس کو فرمایا۔ کہ داہنے ہاتھ سے کھا۔ اُس نے شرمندگی مٹانے کے لئے عرض کی۔ کہ میرا داہنا ہاتھ بیکار ہے۔ فرمایا۔ کہ جا آج سے بیکار ہو گیا۔ چنانچہ اُس دن سے اُس کا ہاتھ ایسا بیکار ہؤا۔ کہ پھر کبھی منہ تک نہ آسکا۔ معلوم ہؤا کہ انسان کے اعضاء کی قوت و حرکت حضور علیہ السلام کے حکم میں ہے۔

(۱۸) اسی مشکوٰۃ باب المعجزات میں ہے کہ حضور علیہ السلام پر ابر سایہ کرتا تھا۔ اور بحیرا راہب کے ہاں جب کہ حضور علیہ السلام دعوت میں پہنچے۔ تو دعوت کا انتظام ایک درخت کے سایے میں تھا۔ اور وہ سایہ لوگوں سے بھر چکا تھا۔ جب حضور علیہ السلام تشریف لائے

میں چھتری لگاتے۔ مگر اس بادشاہ کی سلطنت درختوں اور بادلوں پر بھی ہے۔ کہ وہ اپنے اس مالک کو پہچان کر خدمت بجالاتے ہیں ٭

(۱۹) مشکوٰۃ باب المعجزات میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک سوکھی بکری کے تھنوں کو اپنا ہاتھ لگا کر اس سے اس قدر دودھ نکالا کہ تمام جماعت اس دودھ سے سیر ہو گئی اور مالکہ کے سارے برتن بھر گئے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ایسے شہنشاہ ہیں کہ جس جگہ سے چاہیں اپنی ملکیّت حاصل کر لیں ہر جگہ ان کا شاہی سکہ قائم ہے۔ جب ام معبد کا خاوند گھر میں آیا تو پوچھا کہ آج یہ دودھ کہاں سے آیا۔ اور گھر میں یہ خوشبو کیسی مہک رہی ہے۔ ام معبد نے جواب دیا ؎

تھوڑی دیر ہوئی اک آیا کالیاں زلفاں والا ۔۔۔ دو گھڑیاں اس گھر وچ بیٹھا کر گیا نور اوجالا

(۲۰) مشکوٰۃ باب الکرامات میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باغ میں ایک بار حضور علیہ السلام تشریف لے گئے۔ تو ان کا باغ سال بھر میں دو بار پھل دینے لگا ٭

(۲۱) حاکم اور ابن عدی اور عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ کہ اَشْتَرٰی عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْجَنَّۃَ یَوْمَ رُوْمَۃِ وَیَوْمَ جَیْشِ الْعُسْرَۃِ یعنی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو موقعوں پر حضور علیہ السلام سے جنّت خرید لی۔ ایک تو جبکہ جب مدینہ منوّرہ میں سوا رومہ کے کوئی کنواں نہ تھا۔ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کو خرید کر وقف کر دیا۔ دوسرے غزوۂ تبوک کے موقعہ پر جبکہ مسلمان بے سروسامان تھے، ان کو سامان دے دیا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام سے رومہ کنوئیں کے بدلے جنت خرید لی۔ اور حضور علیہ السلام نے بیچ دی۔ اور جنّت وہی بیچے گا۔ جو یا تو جنّت کا مالک ہو یا مالک کا مختار۔

(۲۲) امام احمد اور ابونعیم اور ابن حبان نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اُعْطِیْتُ مَقَالِیْدَ الدُّنْیَا عَلٰی فَرَسٍ اَبْلَقَ جَاءَنِیْ بِھَا جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ قَطِیْفَۃٌ مِّنْ سُنْدُسٍ یعنی مجھ کو دنیا کی کنجیاں عطا فرمائی گئیں۔

حضرت جبریل علیہ السلام دہ کنجیاں چتکبرے گھوڑے پر میرے پاس لائے۔

ابو نعیم نے بروایت ابن عباس حضرت آمنہ خاتون سے روایت کی۔ کہ آپ فرماتی ہیں کہ جب حضور علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو آپ نے سجدہ فرمایا۔ پھر ایک سفید ابر نے حضور علیہ السلام کو مجھ سے لے کر غائب کر دیا۔ پھر دیر بعد آپ ظاہر ہوئے۔ تو دیکھتی ہوں کہ حضور علیہ السلام کے مبارک ہاتھ میں کچھ کنجیاں ہیں۔ اور کوئی کہہ رہا ہے کہ فتح مندی اور نبوت کی کنجیوں پر حضور علیہ السلام نے قبضہ فرمالیا۔ پھر دوسرا بادل آیا۔ اور اس نے بھی حضور علیہ السلام کو مجھ سے غائب کر دیا۔ پھر جو ظاہر ہوئے، تو کوئی کہنے والا بولا بخ بخ قَبَضَ مُحَمَّدٌ عَلَى الدُّنْيَا كُلِّهَا لَمْ يَبْقَ خَلْقٌ مِنْ اَهْلِهَا اِلَّا دَخَلَ فِي قَبْضَتِهٖ یعنی خوب خوب! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دنیا پر قبضہ فرمالیا۔ دنیا کی کوئی مخلوق ایسی نہ بچی، جو حضورؐ کے قبضے میں نہ آگئی ہو۔

اس روایت کی تائید بخاری کی اس روایت سے ہوتی ہے جو ہم بحوالہ مشکوٰۃ اس فصل کے شروع میں بیان کر چکے۔ نیز آیت اِنَّا فَتَحْنَا بھی اس کی تائید کر رہی ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا۔ کہ ساری خلقت الٰہی میں حضور علیہ السلام کی بادشاہی ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث پیش کی جا سکتی ہیں۔ لیکن ایمان والوں کے لئے اتنی ہی کافی ہیں۔

ان احادیث میں تو حضور علیہ السلام کی سلطنت دنیا کی چیزوں پر معلوم ہوئی۔ اب وہ بھی احادیث سنئے جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام احکام کے مالک ہیں جس کے لئے جو چاہیں حلال فرمائیں جس کو جو چاہیں حرام اور جس کے لئے چاہیں قرآنی احکام کو بدل دیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۲۴) مشکوٰۃ شریف، کتاب الحج کے شروع میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا۔ کہ اے لوگو تم پر حج کرنا فرض ہے لہذا حج کیا کرو۔ کسی نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ! کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ فرمایا۔ کہ اگر ہم ابھی "ہاں" فرما دیتے۔ تو ہر سال ہی حج فرض ہو جاتا۔ اور ہر شخص کو سال کے سال حج کرنا پڑتا معلوم ہوا کہ ان کی

"ہاں" میں کچھ تاثیر ہے۔ تمام تو قانون کے پابند ہیں۔ مگر قانونِ الہٰی حضور علیہ السلام کے لب پاک کی جنبش کا منتظر کہ جو اُن کے منہ سے نکلے وہ رب کا قانون بن جائے ؛

(۲۵) مشکوٰۃ شریف باب قیام شہرِ رمضان میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے تراویح باجماعت چند روز پڑھ کر چھوڑ دیں۔ اور چھوڑنے کی وجہ بیان فرمائی۔ کہ اگر ہم اس کو ہمیشہ پڑھیں۔ تو اندیشہ ہے کہ تم پر یہ فرض ہو جائیں۔ اور تم کو دشواری ہو۔ اس سے معلوم ہُوا۔ کہ حضور علیہ السلام کا عمل بھی قانونِ خدا بن جاتا ہے ؛

(۲۶) مشکوٰۃ باب مناقب عمر میں ہے۔ کہ حضور علیہ السلام سے ایک لونڈی نے عرض کیا۔ کہ مَیں نے نذر مانی ہے کہ جب خداوند تعالیٰ آپ کو صحیح سلامت اس جنگ سے واپس لے آئے۔ تو مَیں آپ کے سامنے دف بجاؤں اور گاؤں۔ فرمایا۔ اچھا بجاؤ۔ چنانچہ اُنہوں نے دف بجائی۔ دیکھو گانا، بجانا اوروں کے لئے بُرا ہے لیکن حضور علیہ السلام نے ایک خاص وقت میں اس کی لونڈی کو اجازت دے دی ؛

(۲۷) مسند امام احمد ابن حنبل میں صحیح حدیث علی شرط مسلم ہے حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنِ جَعْفَرٍ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ نَصْرِ ابْنِ عَاصِمٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَ عَلٰی اَنَّہٗ لَا یُصَلِّیْ اِلَّا صَلٰوتَیْنِ فَقَبِلَ ذٰلِکَ مِنْہُ یعنی ایک صاحب حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس شرط پر ایمان لائے۔ کہ مَیں صرف دو ہی نمازیں پڑھا کروں گا۔ حضور علیہ السلام نے اس شرط کو قبول فرما لیا۔

دیکھو مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض ہیں۔ مگر اُن صاحب سے حضور نے تین نمازیں معاف فرما دیں۔ ماخوذ از الامن والعلیٰ۔ معلوم ہُوا۔ کہ حضور علیہ السلام مالک احکام ہیں۔

(۲۸) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب مناقب اہل البیت میں ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا۔ کہ دوسرا نکاح کریں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ علی کو اس کی اجازت نہیں ہاں اگر وہ یہ چاہتے ہیں۔ تو فاطمہ کو طلاق دے دیں۔ پھر نکاح کریں۔ غور کرو۔ کہ قرآن کریم فرماتا ہے فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ جس سے معلوم ہوتا

ہے کہ مرد کو چار بیویاں تک نکاح میں رکھنا جائز ہیں۔ مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے حضرت فاطمہ زہرا کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرنے کا اختیار نہ رہا۔

اس جگہ مرقاۃ میں ہے فِیْهِ تَحْرِیْمُ اِیْذَائِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِکُلِّ حَالٍ وَّعَلٰی کُلِّ وَجْهٍ وَاِنْ تَوَلَّدَ الْاِیْذَاءُ مِمَّا کَانَ اَصْلُهٗ مُبَاحًا وَھُوَ مِنْ خَوَاصِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یعنی اس سے معلوم ہوا کہ ایذا رسول اللہ علیہ وسلم حرام ہے۔ اگرچہ کسی حلال فعل سے ہی پہنچے۔ اور یہ حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہے یہاں مرقاۃ میں ہے۔ حضرت علی کو دوسرا نکاح حرام تھا۔

(۲۹)، بخاری جلد اوّل کتاب الصلح کے شروع میں ہے۔ کہ ایک بار حضور علیہ السلام کسی جگہ مسلمانوں میں صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت آگیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہہ کر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔ کہ آپ نماز پڑھائیں چنانچہ نماز کی جماعت قائم ہوگئی، عین نماز کی حالت میں حضور علیہ السلام تشریف لے آئے۔ مسلمان مقتدیوں نے تالی بجا کر حضرت صدیق اکبر کو حضور کی تشریف آوری کی خبر دی اسیوقت صدیق اکبر مقتدی ہو کر پیچھے آ گئے۔ اور حضور علیہ السلام امام ہوئے

آج اگر نماز میں کوئی بھی آجاوے اُس کو وہاں ہی کھڑا ہونا ہوگا۔ کہ جہاں جگہ مل جاوے مگر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو دیکھو کہ بیچ نماز کے تشریف لے آویں۔ تو اُسی وقت سے موجودہ امام کی امامت منسوخ، اور اب حضور ہی امام ہیں معلوم ہوا کہ مالک احکام ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۳۰)۔ بخاری جلد اوّل کتاب الجہاد باب فرض الخمس میں ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ نہ ہم کسی کے وارث ہوں اور نہ ہمارا کوئی وارث۔ حالانکہ میراث کی تقسیم قرآن سے ثابت ہے مگر اس میراث سے حضور نے اپنے کو مستثنیٰ فرما لیا اور پھر اُس پر ایسا عمل ہوا کہ حضور علیہ السلام کی میراث کسی کو نہ ملی معلوم ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام مالک احکام ہیں۔

(۳۱) بخاری شریف جلد دوم کتاب التفسیر سورہ احزاب باب قَوْلِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی

نجیبہ میں ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے حضرت خزیمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گواہی دو گواہیوں کے برابر قرار دی۔ واقعہ یہ تھا کہ حضور علیہ السلام نے ایک شخص سوار ابن حارث سے گھوڑا خرید کر فرمایا۔ مگر بعد میں اس اعرابی نے اس بیع سے انکار کر دیا، اور کہا، کہ میں نے یہ گھوڑا آپ کے ہاتھ فروخت نہیں کیا ہے۔ اور عرض کیا کہ اگر آپ نے خریدا ہے۔ تو کوئی گواہ لادیں۔ اللہ کی شان کہ یہ خرید و فروخت تنہائی میں ہوئی تھی۔ حضرت خزیمہ نے عرض کیا۔ کہ یارسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ حضور نے یہ گھوڑا خریدا ہے: آپ سچے ہیں۔ اور اعرابی جھوٹا۔ حضور علیہ السلام نے پوچھا۔ کہ تم کیونکر گواہی دے رہے ہو۔ تم نے تو اس تجارت کو دیکھا نہ تھا عرض کیا یارسول اللہ! میں نے تو حضورؐ کی زبان سے سُن کر اللہ کی وحدانیت اور جنت اور دوزخ اور قیامت وغیرہ تمام کی گواہی دی۔ اور پڑھا ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ تو کیا ایک گھوڑا ان چیزوں سے بھی زیادہ ہے۔ میں حضور کی زبان سے سُن کر گواہی دیتا ہوں۔ اُن کا یہ کلام بارگاہِ نبوت میں ایسا قبول ہوا۔ کہ اُن ایک ہی کی گواہی، دو گواہیوں کی طرح بنادی گئی۔

غور کرو۔ کہ قرآن کا حکم ہے کہ فَاشْهِدُوْا ذَوِیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ کہ تم دو گواہ بناؤ۔ مگر اُن کے لئے اکیلے کو دو گواہوں کی طرح مان لیا گیا۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو یہ بھی اختیار ہے۔ اور جس کسی کو چاہیں قرآن کے احکام سے علیحدہ کر دیں ❊

(۳۲) بخاری میں اسی جگہ تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ کی تفسیر میں ہے۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے حضور سے عرض کیا مَآ اُرٰی رَبَّكَ اِلَّا یُسَارِعُ فِیْ هَوَاكَ میں تو یہ دیکھتی ہوں۔ کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ رب تعالیٰ اپنے محبوب کی خواہشات کو دینی قوانین قرار دیتا ہے۔

(۳۳) حضور علیہ السلام نے ام عطیہ کو ایک بار نوحہ کرنے کی اجازت دی۔ حالانکہ نوحہ یعنی مُردے پر پیٹنا شرعاً حرام ہے (مسلم شریف)

(۳۴) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دی۔ کہ حضرت فاطمہ زہرا کو اُن کی

کی وفات سے نکاح بالکل ٹوٹ گیا ہے (شامی)

(۳۵) حضرت صدیق اکبر کو اجازت دی کہ وہ جنابت کی حالت میں مسجد میں آجایا کریں۔ حالانکہ جنبی کو بغیر غسل کئے مسجد میں آنا منع ہے۔

(۳۶) ایک صاحب کے کفارے کا صدقہ خود اُن ہی کو کھلا دیا۔ واقعہ یہ ہُوا تھا۔ کہ ایک صاحب نے رمضان میں اپنی بیوی سے صحبت کر لی۔ پھر بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ میں حاضر ہو کر واقع عرض کیا فرمایا کہ غلام آزاد کرو۔ عرض کیا۔ کہ میں غلام کا مالک نہیں۔ فرمایا اچھا ساٹھ روزے رکھو۔ عرض کیا۔ کہ ایک روزے میں تو مجھ پر یہ مصیبت آگئی۔ اگر ساٹھ رکھے تو میرا کیا بنے گا۔ فرمایا۔ اچھا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دو۔ عرض کیا۔ کہ میں غریب ہوں کھانا نہیں کھلا سکتا فرمایا ٹھہر جاؤ کچھ دیر بعد ایک شخص کھجوروں کی ٹوکری لایا۔ فرمایا یہ ٹوکری لے جاؤ اور خیرات کر دو۔ تاکہ تمہارے روزے کا کفارہ ادا ہو جاوے عرض کیا۔ کس پر خیرات کروں فرمایا مسکینوں کو عرض کیا کہ قسم اُس رب کی جس نے آپ کو نبی بنایا۔ کہ مدینہ میں مجھ سے اور میرے بچوں سے بڑھ کر کوئی غریب نہیں فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حضور یہ سُن کر مُسکرائے۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں اس تبسّم کی عادت پہ لاکھوں سلام!

اور فرمایا جاؤ یہ تم ہی کھاؤ۔ حاضرین میں سے کسی نے پوچھا۔ کہ یارسول اللہ یہ اپنا کفارہ خود ہی کھا لینا ان ہی کے ساتھ خاص ہے یا ہم میں سے ہر ایک کیلئے عام یعنی اگر ہم بھی اپنا کفارہ خود کھا لیا کریں تو جائز ہے یا نہیں فرمایا نہیں۔ ھَلْ لَہٗ خَاصَّۃٌ۔ بلکہ اسی کے لئے خاص ہے یہ ہیں حضورؐ کے خداداد اختیارات (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۳۷) مسلم و بخاری میں ہے۔ کہ ایک بار حضور نے فرمایا۔ کہ مکہ مکرمہ میں نہ کانٹے توڑے جائیں نہ یہاں کے شکار کو بھڑکایا جائے۔ حضرت عباس نے عرض کیا۔ کہ یارسول اللہ اذخر کی اجازت دے دی جائے۔ کہ یہ گھاس گھر کی چھتوں میں ڈالی جاتی ہے اور لوہار لوگوں کی بھٹی میں بجائے کوئلہ کے جلائی جاتی ہے۔ فرمایا اچھا اذخر کی اجازت ہے۔ کہ اذخر گھاس مکہ معظمہ کی زمین سے بھی لے لی جایا کرے معلوم ہُوا کہ زبان پاک مصطفےٰ صلی

اللہ علیہ وسلم کی جنبش رب کا قانون ہے۔

(۳۸) حضور علیہ السلام نے ہجرت فرماتے ہوئے حضرت سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ کہ میں تمہارے ہاتھ میں بادشاہ فارس (کسرےٰ) کے سونے کے کنگن دیکھتا ہوں۔ اس فرمان کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمانہ فاروقی میں ملک فارس فتح ہوا۔ اور کسرےٰ کے طلائی کنگن حضرت سراقہ کو پہنائے گئے۔ اور وہ کنگن آپ کے ہاتھ میں رہے۔ دیکھو مرد کو سونا پہننا حرام ہے۔ مگر حضرت سراقہ کے لیئے وہ کنگن جائز فرما دیئے۔

(۳۹) بخاری ومسلم میں قصۂ توبۂ کعب میں ہے۔ کہ جب حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سرکاری عتاب ہوا۔ تو اُن کی بیویوں کو حکم دیا گیا۔ کہ تمہارے شوہر تمہارے پاس نہ آنے پائیں۔ اور کوئی مسلمان ان سے کلام وسلام نہ کرے چنانچہ اس بائیکاٹ کے زمانہ میں حضرت کعب کی منکوحہ بیوی حضور کے حکم سے اپنے شوہر پر کچھ عرصہ کے لئے حرام ہو گئیں۔ حالانکہ رب فرماتا ہے نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ مگر اس حکم سے حضرت کعب اُس وقت خارج کر دیئے گئے۔ قسم رب کی اگر یہ عتاب اور ممانعت ہمیشہ رہتی۔ تو کعب کی بیوی اُن کی منکوحہ ہوتے ہوئے بھی اُنہیں ہمیشہ ہی حرام رہتیں۔

(۴۰) مشکوٰۃ باب المعجزات میں بروایت مسلم و بخاری شریف ہے۔ کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمبل پر حضور علیہ السلام نے کچھ پڑھ کر دم فرما دیا۔ پھر وہ کمبل ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سینہ سے لگا لیا۔ اس کا اثر یہ ہوا۔ کہ آپ کا حافظہ نہایت قوی ہو گیا۔ کبھی کوئی بات بھولتے ہی نہ تھے۔ اسی لئے آپ سے تقریباً دو لاکھ حدیثیں مروی ہیں۔ قوت حافظہ انسان کی اندرونی طاقت ہے۔ حضور کا قبضہ ظاہر و باطن پر ایسا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قوت حافظہ بخش دی۔

فقیر حقیر احمد یار خاں کی طرف سے یہ چہل حدیث ہے۔ جو مسلمانوں کی خدمت میں پیش ہے۔ چالیس حدیثیں جمع کرنے کے بڑے فضائل ہیں۔

مَیں نے اپنے آقا و مولیٰ معدنِ حدیث و قرآن محبوب رحمان صلی اللہ علیہ وسلم کے سلطنت و اختیارات کی چہل حدیث جمع کر دیں۔ رب تعالیٰ اور اُس کے محبوب صلی اللہ

علیہ وسلم قبول فرمادیں آمین وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِہٖ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝

غرضکہ کیا میں اور کیا میری قابلیت کہ اُس شہنشاہِ دوجہاں کی خداداد اختیارات بیان کرسکوں۔ سمجھدار کے لئے اتنا کافی ہے۔

تیسری فصل علمائے اُمت کے اقوال میں

تمام اُمت کا ہمیشہ سے اس پر اتفاق رہا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام دونوں جہان کے مالک ہیں۔ اسی لئے صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام سے جنت مانگی، قحط سالی کی شکایت کی جس کے حوالے دوسری فصل میں گذر گئے۔ اور اگر کسی سے کوئی قصور ہو جاتا تو معافی چاہتے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آتے چنانچہ مشکوٰۃ کتاب الحدود میں ہے کہ حضرت ماعز سے ایک شرعی قصور ہو گیا۔ تو بارگاہِ نبوت میں آکر عرض کیا۔ کہ طَھِّرْنِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ یا حَبِیْبَ اللّٰہِ مجھے پاک فرمادو۔

اسی مشکوٰۃ باب التصاویر میں ہے۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔ کہ اَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی رَسُوْلِہٖ میں اللہ اور اُسکے رسول سے توبہ کرتی ہوں۔

غرض ہر مصیبت دفع کرانے اور رب کی رحمت لینے کے لئے صحابہ کرام حضور علیہ السلام ہی کے دروازۂ پاک پر آتے تھے۔ اور حضور علیہ السلام بھی اُن سے یہ نہ فرماتے تھے۔ کہ میں تمہاری طرح بندہ مجبور ہوں۔ مجھ سے کیوں مانگتے ہو۔ جاؤ مسجد میں بیٹھو اور رب سے مانگو۔ بلکہ اُن کی بات قبول فرماتے اور اُن کی حاجت روائی فرماتے تھے اور کیوں نہ ہوتا صحابہ کرام حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں خود بخود نہ آتے تھے۔ بلکہ اُن کو اور سارے جہان کو قرآن نے حکم دیا تھا۔ کہ ہر مصیبت کے وقت نبی کے پاس جاؤ۔ چنانچہ فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔ اے پیارے اگر یہ لوگ جب کبھی اپنی جانوں پر ظلم کریں۔ تو آپ کی بارگاہ میں آجاویں۔ پھر یہاں آکر خدا سے معافی چاہیں اور پیارے تم بھی اُن

کی ہم سے سفارش کرو۔ تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں ؎

اس آیت کی پوری تحقیق ہماری کتاب "شان حبیب الرحمٰن" اور "جاء الحق" میں دیکھو۔ ادھر تو بدکاریوں کو حکم ہوا کہ جاؤ محبوب سے مانگو، اُدھر اُس سخی داتا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا جا رہا ہے وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ط اے پیارے اپنے کسی بھکاری کو نہ جھڑکنا بلکہ اُنہیں کچھ دے کر رخصت کرو۔

کسی ہندی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

لج پال پریت کو توڑت ناہیں جو ہاتھ پکڑیں پھر چھوڑت ناہیں
گھر آئے کو خالی موڑت ناہیں لج پال پریت کو توڑت ناہیں

جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صحابہ کرام نے حضور کو مالک مانا۔ اسی طرح صحابہ کرام کے زمانہ کے بعد عام علمائے اسلام اور مشائخ عظام اور عام مسلمان اپنی غزلوں اور قصیدوں میں حضور علیہ السلام سے مدد مانگتے رہے اور مانگتے ہیں۔ اور اپنے وظیفوں اور عملوں میں مدد مانگنے کے پابند ہیں۔ اور اپنی کتابوں میں صاف صاف فرماتے رہے کہ حضور مالک ہیں۔ اگر انکی فہرست پیش کروں تو دفتر بھر جاویں کچھ نمونے کے طور پر بتاتا ہوں

(۱) اشعۃ اللمعات باب السجود میں حضرت ربیعہ ابن کعب کی حدیث کی شرح میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ "معلوم مے شود کہ کارہمہ بدستِ ہمت و کرامتِ اوست ہرچہ خواہد ہرکہ راخواہد باذنِ پروردگار خود بدہد۔ شعر

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ اور آرزو داری بدرگاہش بیا و ہرچہ مے خواہی تمنا کن

یعنی سارے کام حضور کے ہاتھ میں ہیں۔ جس کو جو بھی چاہیں۔ اپنے رب کے حکم سے دے دیں۔ اگر دنیا و آخرت کی بھلائی چاہتے ہو۔ تو حضور کی بارگاہ میں آؤ اور جو چاہو مانگ لو۔

(۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری اسی باب میں اسی حدیث کی شرح میں یہ ہی مضمون لکھ کر فرماتے ہیں۔ فَيُعْطِيْ لِمَنْ شَاءَ مَا شَاءَ حضور جس کو جو چاہیں وہ دے دیں۔

ان عبارتوں نے فیصلہ کر دیا۔ کہ دنیا و آخرت کی ہر چیز کے حضور مالک ہیں۔ سب کچھ اُن سے مانگو، عزت مانگو، ایمان مانگو، اولاد مانگو، جنت مانگو، اللہ کی ہر رحمت مانگو

(۳) تفسیر کبیر جلد سوم پارہ سات سورہ انعام میں زیر آیت وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ امام فخر الدین رازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ انبیائے کرام کو خدا نے اس قدر علم معرفت دیا ہے۔ کہ وہ حضرات مخلوق کی اندرونی حالت اور اُن کی جانوروں پر حکومت کرتے ہیں۔ اور اُن کو اتنی قدرت اور قوت دی ہے۔ کہ ظاہر پر بادشاہت کرتے ہیں۔

اس عبارت میں خلق فرمایا یعنی عرش و فرش جو بھی اللہ کی مخلوق ہے۔ وہ رسول اللہ کی حکومت میں ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

(۴) امام احمد ابن حجر مکی علیہ الرحمتہ الجواہر المنظم کے صفحہ ۴۲ پر فرماتے ہیں هُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ الَّذِيْ جُعِلَ خَزَائِنُ كَرَامِهٖ وَ مَوَائِدُ نِعَمِهٖ طَوْعَ يَدَيْهِ وَاِرَادَتِهٖ يُعْطِيْ مَنْ يَّشَاءُ حضور علیہ السلام اللہ کے بڑے خلیفہ ہیں۔ کہ رب کے کرم کے خزانے اور اسکی نعمتیں حضور کے ہاتھوں اور حضور کے ارادے میں ہیں جس کو چاہیں دے دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام خزانۂ خداوندی حضور کے قبضہ و اختیار میں ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

(۵) شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات جلد اوّل صفحہ ۴۶۳ میں فرماتے ہیں کہ "قدرت و سلطنت دے صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بر آں بود، ملک و ملکوت جنّ و انس و تمامہ عوالم بتقدیر تصرف الٰہی عزّ و علی در حیطۂ قدرت و تصرف دے بود" یعنی حضور علیہ السلام کی سلطنت اس سے زیادہ پر ہے۔ ملک اور ملکوت، جنّ و انسان، اور سارے عالم رب کی عطا سے حضور علیہ السلام کے قبضہ و قدرت میں ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ سارے عالم یعنی عالم ملکوت، عالم ارواح، عالم اجسام، عالم امکان غرضکہ ساری مخلوق میں حضور کی بادشاہی ہے

خالق کل نے آپ کو مالکِ کُل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

(۶) علامہ یوسف ابن اسمٰعیل شواہد الحق کے صفحہ ۱۵۲ پر فرماتے ہیں اَمَّا کَوْنُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْطِیْ وَیَمْنَعُ وَیَقْضِیْ حَوَائِجَ السَّائِلِیْنَ وَیُفَرِّجُ کُرُبَاتِ الْمَکْرُوْبِیْنَ وَاَنَّہٗ یَشْفَعُ وَیُدْخِلُ الْجَنَّۃَ مَنْ یَّشَاءُ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیتے اور منع کرتے ہیں۔ اور سائلوں کی حاجت روائی فرماتے ہیں۔ اور مصیبت زدوں کی مصیبت دور کرتے اور حضور شفاعت فرمائیں گے۔ اور جس کو چاہیں گے جنت میں داخل کریں گے ؎

معلوم ہُوا کہ حضور علیہ السلام حاجت روا ہیں، بیکسوں، مصیبت زدوں کے رنج و غم دُور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم

(۷) امام احمد ابن محمد خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ جلد اوّل صفحہ ۶ پر فرماتے ہیں ؎

اِلَا بِاَبِیْ مَنْ کَانَ مَلِکًا وَّسَیِّدًا ۔۔۔ وَاٰدَمُ بَیْنَ الطِّیْنِ وَالْمَاءِ وَاقِفٌ

اِذَا رَامَ اَمْرًا لَا یَکُوْنُ خِلَافَہٗ ۔۔۔ وَلَیْسَ لِذٰلِکَ الْاَمْرِ فِی الْکَوْنِ صَارِفٌ

میرے ماں باپ اُس شہنشاہ پر قربان جو اُس وقت سے بادشاہ ہیں جبکہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی میں جلوہ گر تھے جب حضور علیہ السلام کچھ چاہ لیں تو اُس کے خلاف نہیں ہوسکتا، اور نہ کوئی اُس کو روک سکتا ہے۔

معلوم ہُوا۔ کہ حضور علیہ السلام پہلے ہی سے سلطان کونین ہیں۔ اور آپ کی زبان کن کی کنجی ہے ؎

فقط اشارے میں سب کی نجات ہو کے رہی ۔۔۔ تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

جو شب کو کہدیا دن ہے تو دن نکل آیا! ۔۔۔ جو دن کو کہہ دیا شب ہے تو رات ہو کے رہی

(۸) امام قسطلانی مواہب لدنیہ جلد اوّل کے صفحہ ۱۹۵ میں فرماتے ہیں۔ وَکُنِیَّتُہٗ اَبُوالْقَاسِمِ لِاَنَّہٗ یُقَسِّمُ الْجَنَّۃَ بَیْنَ اَھْلِھَا حضور علیہ السلام کی کُنیت ابوالقاسم ہے۔ کیونکہ جنتی لوگوں کو جنت بانٹتے ہیں ؎

(۹) علامہ تقی الدین سُبکی شفاء السقام میں صفحہ ۱۶۵ پر فرماتے ہیں اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ فِی الْجَنَّۃِ مِثْلَ الْعَزِیْزِ مِنَ الْمَلِکِ بِغَیْرِ تَمْثِیْلٍ لَا یَصِلُ

اِلٰی اَحَدٍ شَیْئٌ اِلَّا بِوَاسِطَتِہٖ یعنی بغیر تشبیہ یوں سمجھو کہ حضور علیہ السلام ایسے ہونگے جیسا بادشاہ کا وزیر کہ کسی تک کوئی چیز بغیر آپ کے ذریعہ کے نہ پہنچے گی۔

اِس سے معلوم ہؤا۔ کہ حضور علیہ السلام کی سلطنت دنیا میں تو کیا جنّت میں بھی ہوگی کہ جنّت کی ہر نعمت حضور کے بغیر کسی کو بھی نہ مل سکے گی۔

(۱۰) امام قسطلانی مواہب لدنیہ جلد اوّل صفحہ ۶ پر فرماتے ہیں ھُوَ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ خَزَانَۃُ السِّرِّ وَمَوْضِعُ نُفُوْذِ الْاَمْرِ فَلَا یَنْفُذُ اَمْرٌ اِلَّا مِنْہُ اِس سے بھی معلوم ہؤا۔ کہ دنیا میں احکام الٰہیہ حضور کے یہاں سے جاری ہوتے ہیں۔

(۱۱) شیخ عبدالحق اشعۃ اللمعات جلد اوّل کے صفحہ ۶۸۶ پر فرماتے ہیں "آنحضرت علیہ السلام متولی امورِ مملکتِ الٰہیہ وگماشتۂ درگاہِ الٰہی بود کہ تمامہ امور و احکام کون و مکان بوئے مفوض بود کدام دائرہ مملکت واسع تر از ممالکت و سلطنتِ وے بود صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی حضور علیہ السلام سلطنتِ الٰہیہ کے منتظم اور مقرر کردہ حاکم ہیں۔ دنیا کے سارے کون و مکان کے احکام حضور علیہ السلام کے سپرد ہیں۔ اُن سے بڑھ کر کونسی سلطنت ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی بادشاہی تمام بادشاہوں سے بڑی ہے حضرت سلیمان و سکندر ذوالقرنین علیہم السلام کی سلطنتوں سے بڑھ کر حضور کی سلطنت ہے۔

(۱۲) امام بوصیری قدس سرّہٗ قصیدۂ بردہ شریف میں فرماتے ہیں ؎

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَهَا ۔۔۔ وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یعنی یارسول اللہ دنیا و آخرت آپ کی سخاوت سے ہے۔ اور لوح و قلم کے علم آپ کے علموں کا ایک حصّہ ہے۔

(۱۳) امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدۂ نعمان میں فرماتے ہیں ؎

اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْكَ وَلَمْ یَكُنْ ۔۔۔ لِاَبِیْ حَنِیْفَةَ فِی الْاَنَامِ سِوَاكَ

یارسول اللہ میں آپ کی دین یعنی عطا کا امیدوار ہوں اور خلقت میں ابوحنیفہ کا آپ کے سوا کوئی نہیں۔

اس شعر میں امام اعظم قدس سرہٗ نے حضور سے مانگا، اور اپنی بے کسی کا اظہار کیا۔ اور مانگا۔ اُس سے جاتا ہے جو مالک ہو معلوم ہوا کہ امام صاحب حضور کو مالک کل جانتے ہیں ؛

(۱۴) دلائل الخیرات کے تمام درود مستند ہیں تمام اُمت میں مقبول علماء و اولیاء اُس کے ہمیشہ سے عامل رہے، اُس میں پنجشنبہ کے حزب میں ایک درود ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَآءِ الرَّحْمَۃِ وَمِیْمَیِ الْمُلْکِ وَدَالِ الدَّوَامِ۔ السَّیِّدِ الْکَامِلِ الخ یعنی اے اللہ حضور علیہ السلام پر درود بھیج جن کا نام محمد کی ح رحمت کی ہے۔ اور دونوں میم ملک اور بادشاہت کے میم ہیں اور دال دوام یعنی ہمیشگی کی دال ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ لفظ محمد کے حرفوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور دونوں جہان کے ہمیشہ سے مالک ہیں۔ اور رحمت والے مالک ہیں۔ کیونکہ اس میں ایک ح اور ایک دال اور دو میم ہیں۔ دو میموں سے مراد دونوں ملکوں کی بادشاہت، اور دال سے مراد دوام یعنی ہمیشہ کی بادشاہت۔ اور ح سے مراد رحمت یعنی رحمت والی بادشاہت ہے ؛

(۵) مثنوی شریف میں ہے ؎

صورتش برخاک وجاں در لامکاں — لامکاں برتر ز وہم سالکاں!

بل مکان و لامکاں در حکمِ او — ہمچو در حکمِ بہشتی چار شو

ہر دمے او را یکے معراج خاص — بر سرِ فرقش نہد حق تاج خاص

یعنی حضور علیہ السلام کا جسم پاک تو زمین پر رہا اور جان پاک لامکان میں جو کہ اولیاء اللہ کے وہم وگمان سے دور ہے۔ بلکہ مکان ولامکان اُن کے حکم میں ایسے ہیں۔ جیسے جنتی آدمی کے حکم میں چاروں نہریں ہوں گی۔ وہ ہر وقت معراج خاص میں رہتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ اُن کے سر پاک پر خاص تاج رکھتا ہے۔

اِس سے معلوم ہوا۔ کہ مکان ولامکان حضور کے حکم میں ہیں۔ کیونکہ حضور علیہ السلام سلطان کونین ہیں۔ اور حضور کو ہر وقت معراج اور عالم بالا کی سیر ہوتی رہتی ہے۔ کہ کبھی خواب میں اور کبھی نماز میں اور کبھی ویسے ہی جنت و دوزخ وغیرہ کو ملاحظہ فرماتے

ہیں جس کے حوالے دوسری فصل میں گذر گئے۔

اس قسم کی صدہا عبارتیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر اسی پر قناعت کرتا ہوں۔

بزرگانِ دین بلکہ صحابۂ کرام رب کی عبادت میں حضور علیہ السلام کو بھی راضی کر
کی نیت کرتے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عبادت میں حضور علیہ السلام کو راضی کر
ریا یا شرک نہیں۔ بلکہ عبادت کی روح ہے آپ دوسری فصل میں پڑھ چکے کہ حضر
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عین نماز کی حالت میں حضور علیہ السلام کو امام بنایا۔ دیکھ
عبادت تو رب کی ہے۔ مگر اس میں تعظیم مصطفےٰ علیہ السلام کی کی جا رہی ہے صلی اللہ علیہ و

تفسیر خازن در روح البیان پارہ ۶ میں زیر آیت وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ایک حدیث
نقل کی کہ ایک دن حضور علیہ السلام نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد
فرمایا۔ کہ آج رات ہم نے تمہاری تلاوتِ قرآن مجید سُنی۔ تم کو رب نے داؤدی آواز عطا کی ہے
حضرت موسیٰ اشعری نے عرض کیا۔ کہ واللہ مجھے خبر ہوتی۔ کہ میرا قرآن صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ
وسلم سُن رہے ہیں۔ تو اور بھی خوش الحانی سے پڑھتا۔ دیکھو تلاوتِ قرآن عبادتِ الٰہی ہے۔ مگ
ایک صحابی رسول اللہ اس حالت میں بھی حضور کو خوش کرنے کی خواہش کرتے ہیں۔

اسی طرح تفسیر روح البیان پارہ ۱۱ سورۂ یونس میں زیر آیت اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ
وَاُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ہے کہ حضرت رابعہ عدویہ روزانہ ایک ہزار نفل پڑھا کرتی تھیں
اور کہتی تھیں۔ کہ میں ان کا ثواب نہیں چاہتی۔ صرف یہ خواہش ہے کہ مجھ سے حضور علیہ السلا
خوش ہو جاویں۔ اور قیامت کے دن جماعتِ انبیاء سے فرماویں۔ کہ دیکھو یہ میری امت
کی ایک عورت کے عمل ہیں۔

سبحان اللہ عشق والوں کے انداز نرالے ہیں۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَمَنْ یَّخْرُجْ
مِنْ بَیْتِہٖ مُھَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ یُدْرِکْہُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ ال
جو اپنے گھر سے اللہ و رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلا، پھر اس کو موت آگئی تو اس کا ثواب
اللہ کے ذمہ ہو گیا۔ ہجرت کرنا (رب کی راہ میں وطن کو چھوڑنا) عبادت ہے۔ مگر ہجرت میں
خدا اور رسول علیہ السلام دونوں کو راضی کرنے کی نیت کرنا ضروری۔ قرآن کریم فرماتا ہے

وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ اللہ ورسول اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ کہ اُن کو راضی کریں۔

معلوم ہُوا کہ ایمان اور اعمال میں یہ نیت کرنا اس عمل سے اللہ ورسول راضی ہوں۔ عمل کو زیادہ قابل قبول کر دیتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہوا۔ کہ نیک اعمال میں رب تعالیٰ اور اُس کے محبوب علیہ السلام کو راضی کرنے کی نیت، نہ شرک ہے نہ حرام۔ اسی لئے نمازیں حضور علیہ السلام کو سلام کرنا واجب ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کلمہ اور اذان ہر جگہ علیہ السلام کا نام پاک داخل ہے۔

چوتھی فصل حضور علیہ السلام کی سلطنت پر مخالفین کے اقوال

اب میں دیوبندیوں اور وہابیوں کے پیشواؤں سے پوچھتا ہوں کہ بولو تم اس بارے میں کیا کہتے ہو۔ رب کی شان کہ مخالفین کے بڑے بھی اس کے متعلق اَن کہی کہہ گئے ہیں ملاحظہ ہو:۔

(۱) ترجمہ صراط مستقیم اُردو خاتمہ تیسرا افادہ صفحہ ۱۰۳ پر بانی مذہب وہابیہ، دیوبندیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی فرماتے ہیں" اسی طرح ان مراتب عالیہ اور مناصب رفیعہ کے صاحبان عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کے ماذون مطلق اور مجاز ہوتے ہیں"۔ بس فیصلہ ہی کر دیا اللہ کے بندوں کو دونوں جہان میں ہر طرح حکومت کرنے کا رب تعالیٰ کی طرف سے اختیار عام حاصل ہوتا ہے۔

(۲) یہ ہی مولوی اسمٰعیل صاحب اسی جگہ فرماتے ہیں۔ مثلاً اُن کو جائز ہے کہ کہیں کہ عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے"۔ لہٰذا مولوی اسمٰعیل صاحب کے اس فتوے سے میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ عرش سے فرش تک میرے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت ہے۔ یہی میں کہتا ہوں۔

(۳) مولوی قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبندیہ فرماتے ہیں ؎

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

مولوی صاحب نے اِس شعر میں حضور علیہ السلام سے ہر کام میں مدد مانگی ہے۔ اور مدد اُسی سے مانگی جاتی ہے جس کے قبضہ میں کچھ ہو معلوم ہُوا کہ اِن کے نزدیک حضور علیہ السلام مالک و مختار ہیں۔

(۴) دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب ادلہ کاملہ صفحہ ۱۲ پر فرماتے ہیں "آپ اصل میں بعد خدا مالکِ عالم ہیں، جمادات ہوں یا حیوانات، بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم القصہ آپ اصل میں مالک ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ عدل و مہر آپکے ذمہ واجب نہ تھا"۔

الحمد للہ کہ مولوی صاحب نے حضور علیہ السلام کو مالک مانا اور عالم اللہ کے سوا کو کہتے ہیں۔ لہذا ثابت ہُوا کہ عرش و فرش، لوح و قلم سب میرے شہنشاہ کی ملکیت ہے۔

(۵) صراط مستقیم دوسری ہرآیت کے پہلے افادہ میں مولوی اسمٰعیل صاحب صفحہ ۶۱ پر فرماتے ہیں "اور حضرت مرتضٰی کے لئے شیخین پر ایک گونہ فضیلت ثابت ہے۔ اور وہ فضیلت آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت بلکہ قطبیت و غوثیت اور ابدالیت اور اُن ہی جیسے باقی خدمات آپ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کی وساطت سے ہوتا ہے۔ اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالمِ ملکوت کے سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔

اِس سے معلوم ہُوا۔ کہ ظاہری اور باطنی دنیا پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبضہ ہے اور قیامت تک رہے گا یعنی بعد وفات بھی دنیا کے مالک ہیں۔ اور لوگوں کو سلطنت غوثیت حضرت علی کے دربار سے ملتی ہے سبحان اللہ یہاں تو یہ فرما گئے۔ اور یہی مولوی اسمٰعیل صاحب تقویت الایمان میں لکھتے ہیں۔ کہ جس کا نام محمد یا علی ہے۔ وہ ایک چیز کا مالک و مختار نہیں۔ شائد یہ باتیں شُدھی ہونے سے پہلے لکھی ہونگی۔ اور تقویت الایمان بعد میں۔

(۷) دیوبندی علماء کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں ؎

جہاز اُمت کا حق نے کردیا ہے آپکے ہاتھوں ۔۔۔ تم اب چاہے ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

اس سے معلوم ہُوا کہ مسلمانوں کی رنج و راحت حضور علیہ السلام کے قبضے میں ہے۔ اور آپ نفع و نقصان کے مالک ہیں بطور نمونہ چند اقوال نقل کر دئے ہیں جس سے بھی

زیادہ پیش کئے جا سکتے ہیں ۞

پانچویں فصل سلطنت مصطفےٰ پر عقلی دلیل

(۱) دنیاوی کاروبار، آخرت کا نمونہ ہیں اس کی تحقیق "جاء الحق" میں دیکھو۔ اور دنیاوی بادشاہ تو اپنے مقرر کئے ہوئے حکام کو اپنی بادشاہت کا مختار کر دیتے ہیں۔ اور اُن کو عام اختیارات دیا کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ حکام کہا کرتے ہیں۔ کہ ہم یہ کر سکتے ہیں۔ پھر جس درجہ کا حاکم اُسی درجہ کے اُس کے اختیارات۔ تھانیدار کو معمولی اختیارات، کپتان پولیس کو اُس سے زیادہ۔ ڈپٹی کمشنر کو اُس سے زیادہ۔ کمشنر کو اس سے زیادہ۔ پھر گورنر کو اور زیادہ۔ پھر وائسرائے کو سارے ملک کے اختیارات۔ پھر وزیر اعظم کو ساری سلطنت کے تمام سیاہ و سفید کے اختیارات مگر ان اختیارات سے نہ تو بادشاہ کی سلطنت میں کمی آئی۔ اور نہ کوئی چیز اُس کی سلطنت سے نکل گئی۔ بلکہ بادشاہ ان تمام چیزوں کا اصلی مالک رہے گا۔ اور دیگر لوگ اس کی طرف سے عارضی مالک۔

اِسی طرح حق تعالیٰ نے اپنی بادشاہت میں ملائکہ اور خاص انسانوں کو دنیا کے انتظام کے لئے مقرر فرمایا۔ اور اُن کے درجوں کے لحاظ سے اُن کو خاص اختیارات دیئے اور اُن کے لئے لوحِ محفوظ قائم کی جس میں عالم کے سارے واقعات لکھ دیئے کہ وہ حضرات اس کو دیکھیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ انہی اختیارات کی وجہ سے وہ حضرات کہدیا کرتے ہیں۔ کہ میں یہ کر سکتا ہوں۔

قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کو نقل فرمایا۔ کہ وہ فرماتے ہیں میں اندھوں کو انکھیارا اور مردوں کو زندہ، اور کوڑھوں کو اچھا کر سکتا ہوں۔ اور حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم سے فرمایا۔ کہ میں تم کو پاک بیٹا دینے آیا ہوں۔ قرآن نے فرمایا کہ ہمارے محبوب علیہ السلام مسلمانوں کو پاک فرماتے ہیں۔ اُن کو کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔ وہ غریبوں کو غنی کرتے ہیں۔ دیکھو اس کتاب کا مقدمہ اور جاء الحق

حضور غوث پاک فرماتے ہیں ۔

بِلَادُ اللّٰہِ مُلکی تحتَ حُکمی   وَوَقتی قَبلَ قَبلی قَد صَفَالِی

اللہ کے سارے شہر میرا ملک اور میری حکومت میں ہیں + پھر فرماتے ہیں سے

وَمَا مِنھَا شُھُورٌ اَو دُھُورٌ   تَمُرُّ وَتَنقَضِی اِلَّا اَتَی لِی

کوئی مہینہ اور کوئی وقت ایسا نہیں جو ہماری اجازت بغیر دنیا میں گذر جاوے۔ پھر فرماتے ہیں سے

وَ کُلُّ وَلِیٍّ لَّہٗ قَدَمٌ وَّاِنِّی   عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدرِ الکَمَالِ

یہ تمام درجہ اور یہ بادشاہت مجھ کو اس کے صدقہ میں ملی۔ کہ ہر ولی کسی نہ کسی قدم پر ہوتے ہیں ہیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوں۔ یعنی چونکہ میرا سر حضور کے قدم پاک پر ہے اس کی برکت سے مجھ کو رب نے یہ عزت دی۔

اب بتاؤ حضور کی سلطنت کا کیا کہنا ہے۔ ان تمام باتوں سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ رب کی سلطنت میں کس قسم کی کوئی کمی آگئی۔ نہیں بلکہ وہ حقیقی اور یہ حضرات اسکے مقرر کرنے سے اُس کے خدام اور مالک مجازی حضور علیہ السلام چونکہ وزیر اعظم لہذا کونین کے مالک ومختار۔

(۲) سب کو معلوم ہے۔ کہ موت کے وقت ملک الموت کو دیکھ کر ایمان لانا قبول نہیں اور زندگی میں جس وقت بھی ایمان لائے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرے قبول ہے یعنی مرنے والے کے لئے موت کا وقت توبہ کے دروازے بند ہونے کا وقت ہے اور موت سے پہلے یہ دروازہ کھلا ہوا ہے لیکن حضور علیہ السلام کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس کیلئے چاہیں اسکی زندگی ہی میں توبہ کا دروازہ بند کر دیں۔ کہ وہ توبہ کرے۔ اور قبول نہ ہو جس کیلئے چاہیں بعد موت بھی دروازہ کھول دیں۔ اور اس کو زندہ فرما کر اس کو مسلمان کر دیں دیکھو اپنے والدین ماجدین کو اُن کے انتقال کے بعد زندہ فرما کر اسلام سے مشرف فرما دیا جس کا ثبوت پہلے گذر چکا۔ اور اس کی تحقیق حضرت امام جلال الدین سیوطی اور علامہ شامی نے خوب فرمائی ہے۔ اور ثعلبہ ابن حاطب نے ایک بار زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ جس کا یہ انکار ناگوار خاطر ہوا۔ پھر ثعلبہ زکوٰۃ لے کر عاجزی کرتا ہوا۔ مگر منظور نہ ہوئی۔ پھر

حضرت صدیقِ اکبر کے زمانہ خلافت میں زکوٰۃ لایا۔ مگر وہاں بھی نامنظور، پھر زمانہ فاروقی میں، پھر خلافت عثمانی میں زکوٰۃ پیش کرتا رہا۔ مگر کسی خلیفہ نے قبول نہ فرمائی۔ یہی جواب دے دیا گیا۔ کہ جس کی زکوٰۃ حضور علیہ السلام نے رد کر دی ہو۔ ہم میں جرأت نہیں کہ اس کو قبول کریں۔ اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ آتَانَا مِن فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ دیکھو تفسیر کبیر اور روح البیان اسی آیت کی تفسیر۔

غور کرو۔ کہ ابھی ثعلبہ زندہ تھا۔ ظاہر میں اس کیلئے توبہ کا دروازہ بند نہ ہوا تھا۔ چاہیئے تھا کہ اس کی توبہ ہو جاتی۔ مگر چونکہ مصطفےٰ کے ہاتھوں نے اس کا دروازہ توبہ بند کر دیا تو بند ہی رہا۔ یہ ہے اختیار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حلیم کے غضب سے خدا کی پناہ۔

(۳) دستور یہ ہے۔ کہ اپنی چیز کا اپنا پیارا مالک ہوتا ہے۔ کیونکہ محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا۔ اور حضور علیہ السلام تو رب کے ایسے پیارے ہیں۔ کہ جو ان کی غلامی کرے وہ بھی اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ لہذا رب کی ہر چیز محبوب کی ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

(۴) حضور علیہ السلام پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ دیکھو شامی کتاب الزکوٰۃ۔ کیوں فرض نہیں؟ اسکی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چونکہ تمام عالم کے مسلمان مرد اور عورتیں حضور علیہ السلام کے لونڈی غلام ہیں۔ اور اپنے غلام اور لونڈی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ لہذا حضور علیہ السلام کسی کو زکوٰۃ دے نہیں سکتے تھے چونکہ آپ کی زکوٰۃ لینے والا کوئی نہیں مصرف نہ ملنے کی وجہ سے آپ پر زکوٰۃ فرض ہی نہ کی گئی۔

(۵) انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً اور خلیفہ وہ ہوتا ہے جو اصل مالک کا نائب ہو کر اس کے ملک میں حکومت کرے جس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں۔ کہ جب رب تعالیٰ بلا واسطہ احکام نہیں بھیجتا۔ تب اس کے نیابت میں خلق پر حکومت فرماتے ہیں۔ اسی لئے علماء کو نائب کو نائب رسول اور انبیاء کو نائب الٰہی کہا جاتا ہے۔ اور نائب اپنی نیابت کے وقت

مالک ہوتا ہے۔

(۶) ساق عرش پر اور جنت میں طوبیٰ کے پتوں پر حوروں کی پتلیوں اور غلمانوں کے سینوں پر لکھا ہوا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ۔ اور قاعدہ ہے کہ چیز پر بنانے والے اور مالک کا نام لکھا جاتا ہے۔

جس سے معلوم ہوا۔ کہ جنت اور عرش وغیرہ کا بنانے والا اللہ اور مالک محمد رسول اللہ ہیں جس کی چیز اسی کا نام۔ بلکہ دنیا کی چیزوں پر قدرت نے حضور کا نام لکھا ہے۔ میرے پاس ایک پتھر ہے۔ بابو اللہ دتا صاحب سیکرٹری انجمن نے کشمیر کے علاقے کے ایک دریا سے پایا۔ اس پر صاف لکھا ہے محمدؐ۔ اوپر سے پتھر کو سبز کیا گیا ہے۔ اس پر قدرت نے فیروزی رنگ سے محمدؐ لکھا ہے۔

دہلی میں رائے سینا بن رہا تھا۔ تو ایک سنگ مرمر کو آرہ مشین سے چیرا گیا۔ اس کے بیچ میں لکھا ملا محمدؐ۔ اس کا فوٹو بھی میرے پاس ہے جس کا جی چاہے اس پتھر کی یا اس فوٹو کی زیارت کرے۔ لوگ اس پتھر کی میرے پاس آکر زیارت کرتے ہیں۔ کہئے جناب اگر حضور مالک نہیں تو چیزوں پر حضور کا نام قدرت نے کیوں لکھا؟ بلکہ کچھ سال پیشتر جہلم کے کلکٹر نے بھی اس کی تصدیق کی تھی۔ اور وہاں کے عام باشندوں نے دیکھا تھا۔ گجرات میں اس کے دیکھنے والے ماسٹر محمد عارف صاحب اب تک موجود ہیں۔ اور اس کو خواجہ حسن نظامی نے منادی اخبار اور علیحدہ ٹریکٹ میں بھی شائع کیا تھا۔ کہ ایک دفعہ رات کے وقت اچانک تیز روشنی ہوئی۔ لوگوں نے اوپر کو دیکھا۔ تو آسمان پر خط نوری سے لکھا تھا محمدؐ اور ان حرفوں سے نور نکل رہا تھا۔ تقریباً ایک منٹ تک باقی رہا۔

سبحان اللہ، آنکھیں ہوں تو اب بھی اُن کی سلطنت دیکھ لو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

(۷) معراج میں حضور علیہ السلام کو کونین کی سیر کرائی، لامکان کا مکین بنایا گیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ کبھی بادشاہ اپنے ملک کی سیر فرمانے کیلئے دورہ فرمایا کرتے ہیں۔ آج اس سچے شہنشاہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سلطنت کا دورہ فرمایا تھا۔

(۸) آج دنیاوی بادشاہوں کو لوگ بُرا بھلا کہہ لیتے ہیں۔ اخباروں میں ان پر اعتراضات چھپ جاتے ہیں۔ مگر کسی دل میں یہ ہمت نہیں، کسی زبان میں یہ طاقت نہیں۔ کہ میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف زبان چلا سکے۔ اور جو کوئی گستاخی کرتا ہے۔ وہ سزا پاتا ہے۔ اس کی مثالیں بہت سی موجود ہیں۔ معلوم ہُوا کہ اُن شہنشاہ کی حکومت دل و جان پر ہے اور قیامت تک رہے گی۔ رب تعالیٰ ہم کو وفادار رعایا بناوے اور بغاوت سے بچائے آمین۔ آمین یارب العالمین ؂

(۹) دنیاوی بادشاہ اپنے نوکروں کو تنخواہیں دیا کرتے ہیں۔ اور آج تک حضور علیہ السلام کے در سے لاکھوں آدمی تنخواہ پا رہے ہیں اور پل رہے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ مولوی، پیر و مشائخ جو دنیا میں عیش کی زندگی بسر کر رہے ہیں یہ کیا کرتے ہیں کیا انہیں کوئی لکڑی کا، لوہے کا، کپڑے کا ہنر آتا ہے۔ کوئی مزدوری کرتے ہیں۔ یہ حکیم یا ڈاکٹر ہیں۔ آخر یہ کیا کرتے ہیں اور کس چیز کی اُجرت پاتے ہیں کہ ان کی عزت بھی ہے۔ ان کو عیش بھی حاصل ہے مسلمان ان کی خدمتیں کیوں کر رہے ہیں اجمیر شریف، پیرانِ کلیر، بغداد میں یہ رونقیں کیوں لگی ہیں۔ بس صرف اس لئے کہ یہ تمام حضرات اُس مدینے والے شہنشاہ کے خدام اور نوکر ہیں۔ یہ ہی سمجھ کر مسلمان ان کی خدمتیں کرتے ہیں مسلمانوں کے جیب اُس شہنشاہ کے خزانوں کے دروازے کُھلے ہیں۔ ان کا نام لیتے ہیں کھاتے ہیں۔ عیش اڑاتے ہیں۔ اللہ اس دربار کو آباد رکھے کہ ہم بھکاریوں کا اس دروازے کے سوا اور کہیں ٹھکانا نہیں ؎

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے غریبوں فقیروں کو ٹھیرانے والے

اے وہابیو! اور اے دیوبندی مولویو! خدا کے لئے نمک حلال نوکر بنو جس کے نام پر کھاتے کماتے ہو۔ اُس میں عیب نہ ڈھونڈو۔ بلکہ اُس کے نام کے گیت گاؤ۔ اللہ تم کو ہدایت دے اور ہم کو قائم رکھے۔ بلکہ کونسل کے ممبر اور اسلامیہ اسکول بھی ظاہر طور اُسی شہنشاہ کے در کے بھکاری ہیں۔ یہ ممبر تو اسلام کے نام پر ووٹ مانگتے ہیں اور یہ اسکول اسلام کے نام پر مسلمانوں کے صدقات خیرات حاصل کرتے ہیں۔ ان کو بھی لازم ہے کہ کونسل میں پہنچ کر اسلام کی خیر خواہی کریں۔ اور اسلامیہ اسکولوں کو صحیح معنوں میں اسلامیہ اسکول بنا دیں۔ اور

مجھ فقیر کے لئے بھی دعا کریں۔ کہ رب تعالیٰ صحیح معنوں میں مسلمان بنادے اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمادے۔ آمین یارب العالمین۔

ابھی ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں ہندوستان میں مسلم لیگ نے بے مثل کامیابی حاصل کی جس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ فتح نہ مسٹر جناح کی تھی، نہ کسی اور شخص کی۔ بلکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کی فتح ہوئی۔ کہ مسلمانوں کے لفظ مسلم کو ووٹ دیئے۔ اسی راج والے تخت وتاج والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈنکے کونین میں بج رہے ہیں۔

دوسرا باب

سلطنت مصطفیٰ پر اعتراضات وجوابات

نوٹ ضروری۔ اس مسئلے پر جس قدر اعتراضات کئے گئے۔ اُن سب کی وجہ یہ ہے۔ کہ معترضین نے اس مسئلہ کو سمجھا ہی نہیں۔ وہ رب کی ملکیت اور حضور کی ملکیت میں فرق نہیں کر سکے۔ تو چیخ اُٹھے۔ کہ اگر حضور علیہ السلام کونین کے بادشاہ ہیں۔ تو خدا کا پھر کیا رہ گیا۔ یا کہ عالم کے وہ مالک ہو گئے۔ یا پھر حضور علیہ السلام رب سے بے پرواہ ہو گئے۔ حالانکہ ہر بندہ رب کا حاجتمند ہے ہم اس کو پہلے باب میں بھی سمجھا چکے ہیں۔ اور پھر بھی عرض کر دیں گے۔ اب تک مخالفین جس قدر اعتراضات کر سکے ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔ اور آئندہ اور نئے اعتراضات جو پیدا ہوں گے۔ اُن کے جوابات انشاء اللہ اسی کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں دے دیئے جائیں گے۔

(۱) قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ یعنی اے محبوب تم فرمادو۔ کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے پاس کچھ بھی نہیں۔ پھر مالک ہونے کے کیا معنیٰ

جواب:۔ اس اعتراض کے چند جوابات ہیں۔ اوّل یہ کہ اس آیت میں خزانے کے مالک ہونے کا انکار نہیں ہے بلکہ دعویٰ کرنے کی نفی ہے یعنی میں لوگوں سے کہتا نہیں کہ

میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ کیونکہ دعویٰ وہ کیا کرتا ہے جس میں ضبط کی طاقت نہ ہو۔ رب نے جس طرح اُن کو اتنی بڑی بادشاہت دی ہے۔ اُسی طرح کو ضبط کی طاقت بھی عطا فرمائی ہے۔ جس خزانہ میں زیادہ قیمتی مال ہوتا ہے اُس کے دروازے پر زیادہ مضبوط قفل ہوتا ہے۔ زبان دل کا دروازہ ہے ؎

بر دہانش قفل و در دل رازہا بند لب ہا دل پُر از آوازہا

دوسرے یہ کہ اس آیت میں خزانوں کے پاس ہونے کا انکار ہو سکتا ہے۔ نہ کہ مالک ہونے کا خزانہ خزانچی کے پاس ہوتا ہے۔ مگر مالک کی زبان اور قلم پر ہوتا ہے شہنشاہ اپنے پاس روپیہ نہیں رکھتے۔ جہاں اُن کا فرمان پہنچا کہ خزانچی نے فوراً روپیہ ادا کیا۔ فرمایا یہ جا رہا ہے کہ ہم مالک ہیں خزانچی نہیں۔ ہماری 'ہاں' اور 'نا' میں سب کچھ ہے۔ کیا یہ نہ پڑھ چکے کہ اشارے پر بادل برسے، اور اشارے پر ہی کھل گئے۔

تیسرے اِس طرح کہ اس آیت میں منافقوں اور کفار سے خطاب ہو رہا ہے۔ کہ اے منافقو تم چور ہو اور چور اور ڈاکوؤں سے خزانے چھپائے جاتے ہیں۔ یہ راز تو صاحب اسرار لوگوں کو بتائے جاتے ہیں۔ اسی لئے مسلمانوں سے فرمایا کہ اُوْتِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ ہم کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں جس کے حوالے پہلے باب میں گزر چکے

چوتھے یہ کہ خزائن اللہ کہتے ہیں۔ پیدا کرنے کو یعنی معدومات کو موجود کرنا اور مخلوق کے خزانے ہیں پیدا کی ہوئی چیزوں کو جمع کرنا، جیسے ٹکسال۔ کہ اس میں روپیہ بنتا ہے اور خزانہ کہ اس میں بنا ہوا روپیہ رہتا ہے۔ رعایا میں سے کوئی اپنی ٹکسال نہیں بنا سکتا۔ اگر سکہ بنائے گا۔ مجرم ہوگا۔ اور بنا ہوا روپیہ کا ہر شخص خزانہ رکھ سکتا ہے۔

(۱) حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ یعنی ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں۔ مگر اُن کو ہم اندازے سے دیتے ہیں اس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ تمام چیزیں کسی جگہ جمع ہیں وہاں سے نکل کر آ رہی ہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ ہم چیز کے خلق پر قادر ہیں۔ اور پیدا فرماتے رہتے ہیں۔ لہٰذا اِس آیت میں حضور کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ یہ فرما دو۔ کہ میرے پاس خزائنِ الٰہیہ یعنی خلق

کی قدرت نہیں یعنی میں خالق نہیں (دیکھو روح البیان یہی آیت) اب رہے مخلوق کے خزانہ۔ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مجھے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں۔

(۲) قرآن فرماتا ہے قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ط یعنی اے محبوب فرمادو۔ کہ میں تو اپنی ذات کے لئے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضور تو اپنے نفع و نقصان کے بھی مالک نہیں تو دوسرں کو کیا دیں گے۔

جواب۔ معترض نے اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ کو نہ دیکھا۔ آیت کا مقصود تو یہ ہے کہ میں بغیر رب کے چاہے ہوئے کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ ہاں اُس کے چاہنے اور اُس کے دینے سے مالک ہوں۔ تو ذاتی ملکیت کا انکار ہے۔ اور عطائی کا اقرار۔ یہ ہی ہم کہہ رہے ہیں۔ تعجب ہے۔ کہ معمولی تھانیدار، جج تو آپ کو نقصان پہنچا سکے۔ کہ آپ کو حوالات یا جیل میں بھیجدے۔ اور حضور علیہ السلام کسی کے مالک نہ ہوں۔

(۳) رب فرماتا ہے قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ یعنی اے محبوب تم فرمادو۔ کہ اگر میرے وہ عذاب ہوتا جس کی تم جلدی کر رہے ہو۔ تو مجھ میں تم میں کام ختم ہو چکا ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام کسی پر عذاب لانے پر قادر نہیں۔ اسی لئے اپنی مجبوری ظاہر فرما رہے ہیں۔ کہ کفار تو عذاب مانگ رہے ہیں۔ اور حضور یہ فرما رہے ہیں۔

نیز قرآن فرماتا ہے وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ یعنی اے محبوب اگر ان کفار کا منہ پھیرنا تم پر شاق گزرتا ہے۔ تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ تلاش کر لو یا آسمان میں زینہ۔ پھر ان کے لئے نشانی لے آؤ۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ حضور کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اور نہ حضور کو عذاب لانے کا اختیار کیونکہ حضور علیہ السلام کا منشاء یہ تھا کہ سب لوگ اسلام لادیں۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ بلکہ آپ کو اس خواہش سے روک دیا گیا۔ اسی طرح ابو طالب کے ایمان کی حضور علیہ السلام نے خواہش کی۔

مگر فرمادیا گیا اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ یعنی یہ نہیں ہے کہ جسے تم چاہو اُس کو ہدایت کر دو. ہاں اللہ جس کو چاہے ہدایت دے دے جس سے معلوم ہُوا. کہ حضور علیہ السلام کو کسی کے ہدایت دینے کا بھی اختیار نہیں. یہ مخالفین کا کا انتہائی اعتراض ہے۔

جواب:- اس اعتراض کا منشاء صرف یہ ہے کہ مخالف نے حضور کی ملکیت رب کے مقابلہ میں مستقل طور پر سمجھی ہے اور یہ ہمارا دعویٰ نہیں. اِن آیات میں مستقل ملکیت اور قبضہ کی نفی ہے یعنی اگر یہ چیزیں مستقل طور پر میرے قبضہ میں ہوتیں. تو میں لے آتا مگر چونکہ رب کی مرضی نہیں. کہ اے کفار ابھی تم پر عذاب آدے. اس لئے فی الحال عذاب نہیں آسکتا. یا رب کی مرضی نہیں. کہ اُن کو اُن کے منہ مانگے معجزات دکھائے جاویں. یا کہ ابوطالب ایمان ظاہر کریں. اس لئے یہ کام نہیں ہو سکتے. اگر میں ان کاموں میں رب کا حاجتمند نہ ہوتا بلکہ خود مستقل ہوتا. تو یہ کام خود کر لیتا. آج ہم جن چیزوں کے مالک ہیں زمین، سامان وغیرہ اس میں بغیر مرضی الٰہی کچھ نہیں کر سکتے. رب فرماتا ہے وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ تم لوگ بغیر رب کی مرضی کچھ چاہ بھی نہیں سکتے. اس سے یہ لازم نہیں. کہ ہم اپنی کسی چیز کے مالک بھی نہیں بلکہ مالکِ حقیقی کے مقابل مالک مجازی کی ملکیت بے حقیقت ہے. اسی طرح آیت اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ میں ارشاد ہو رہا ہے. کہ اے محبوب جس کو ہم ہدایت دینا نہ چاہیں. تم کو اُس کو ہدایت نہیں دے سکتے. جس کو اس سے آگے بیان فرمایا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اگر اس کا یہ مقصد نہ ہو. تو اس آیت کا کیا مطلب ہوگا. کہ اِنَّ الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ کہ قرآن سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے. یہاں تو فرمایا. کہ خدا کے سواء کوئی ہدایت نہیں کرتا اور وہاں ارشاد ہو رہا ہے. کہ قرآن ہدایت کرتا ہے رب فرماتا ہے وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اے محبوب یقیناً آپ سیدھے راستہ کی ہدایت فرماتے ہیں. مطلب یہ ہے. کہ مستقل طور پر کوئی ہدایت نہیں کرتا. اور رب کی عطا سے قرآن بھی ہدایت دیتا ہے. اس آیت کا مطلب یہ

بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اے حبیب جس سے تم محبت کرو اُسے ایمان ملنا ضروری نہیں کیونکہ تم رحمتِ عالم ہو سب سے ہی محبت کرتے ہو ہدایت اُسے ملے گی۔ جو تم سے محبت کر کے تمہاری بات مانے ابو طالب نے تم سے محبت نہ کی۔ کہ تمہاری بات نہ مانی اسی لئے اونھیں ہدایت نہ ملی۔ خیال رہے کہ اس آیت میں حضور کے متعلق محبت کا ذکر ہے۔ اور رب تعالیٰ کے متعلق مشیت اور ارادہ کا ذکر ہے جس سے معلوم ہُوا کہ ہدایت رب کی مشیت سے ملتی ہے۔ نہ کہ رب کی محبت سے کیونکہ رب تعالیٰ رب العالمین ہے اور سارا عالم اُس کا بندہ اس بندگی کی حیثیت سے رب کو سب سے محبت ہے۔ مگر رب کی اس محبت سے سب کو ہدایت نہیں ملتی ہدایت تو رب کے ارادہ سے ملتی ہے اور صاحبِ قرآن بھی فَاِنِ اسْتَطَعْتَ کی آیت میں بھی یہی فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی یہ کام بغیر ہماری مرضی کے آپ نہیں کر سکتے آج میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ بادشاہ کسی کو اُس کی موت کے بغیر پھانسی نہیں دے سکتا۔ یا بغیر مرضی الہٰی کسی کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ بالکل صحیح ہے حالانکہ بادشاہ کو پھانسی دینے، نفع و نقصان پہنچانے کا مختار بنایا گیا ہے۔ ورنہ وہ بادشاہ کیسا اور رعایا اور بادشاہ میں کیا فرق یہ ہی یہاں بیان ہو رہا ہے۔ بلاتشبیہ جیسے بادشاہ رب کا حاجت مند اور رعایا کا حاجت روا ہے۔ ایسے ہی سمجھ لو۔ کہ اللہ کے محبوب خالق کے حاجتمند اور مخلوق کے حاجت روا، اور مولیٰ کے بندے اور بندوں کے مولیٰ ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

ضروری ہدایت:- اس کا خیال چاہئے۔ کہ سوال کرتے وقت ادب کا لحاظ رہے بے دھڑک منہ سے لفظ نکال دینا محرومی کی علامت ہے حق تعالیٰ اُن کا رب ہے۔ اور وہ اُس کے بندے۔ وہ جس طرح چاہے اپنے پیاروں کو یاد فرما دے اور اُن کو نوازے اور یہ حضرات جس طرح چاہیں اپنے رب سے اپنی نیازمندی کا اظہار کریں۔ ہم کمینوں غلاموں کو کیا حق ہے کہ اُن کی بارگاہوں میں جرأت کریں ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از لطفِ رب

(۴۲) قرآن کریم فرماتا ہے۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ

سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اے محبوب تم اُن کے لئے دعاء مغفرت کرو یا نہ کرو۔ اگر تم ستّر بار اُن کی معافی چاہو تو اللہ ہرگز اُن کو نہ بخشے گا۔

اِس آیت کریمہ سے معلوم ہوا۔ کہ منافقوں کے لئے اگر حضور علیہ السلام دعا بھی کریں۔ تب بھی رب تعالیٰ قبول نہ فرمائے گا۔ پھر ملکیت اور محبوبیت کی وہ شان کہاں رہی جو تم بیان کرتے ہو۔

جواب۔ یہ آیت تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ شان بیان کر رہی ہے۔ اس آیت میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو حضور علیہ السلام کے غلاموں کو طعنے دے کر آقا کے دل کو ایذا پہنچاتے تھے چنانچہ اس سے پہلے یہ آیت ہے اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ فِی الصَّدَقَاتِ یعنی جو لوگ کہ صدقہ کرنے والے مسلمانوں کو عیب لگاتے ہیں الخ معلوم ہوا کہ وہ لوگ بارگاہِ نبوّت کے مجرم ہیں۔ اُن کے بارے میں فرمایا گیا۔ کہ اے محبوب اُنہوں نے آپ کو ایذا دی ہے۔ اِس لئے ہم اُن کے قصور معاف نہ فرمائیں گے۔ معلوم ہوا کہ جو مصطفےٰ علیہ السلام کی بارگاہ کا مجرم ہو جاوے۔ اُس کی کہیں اپیل ہی نہیں اور اس کو کہیں بھی پناہ نہیں ملتی یہ ہی اس آیت کے آگے بتایا جا رہا ہے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ یہ اس لئے ہے کہ وہ اللہ و رسول کے منکر ہو گئے۔

لطیفہ۔ محبوب کا حسن بے اختیاری ہوتا ہے اور چاہنے والے کی محبت کا تقاضا یہ ہوتا ہے۔ کہ اپنے محبوب کے مجرم کو کبھی نہ معاف کرے۔ حضور علیہ السلام رحمتہ اللعالمین ہیں۔ آپ کی رحمت بے اختیاری ہے۔ کوئی کیسی خطا کرے۔ مگر کرم فرمانے میں تامل نہیں۔ رب کی محبت یہ ہے کہ وہ ان کے مجرموں کو کبھی نہ بخشے۔ کیونکہ وہ محبوب کے مجرم ہیں۔ ان لوگوں کو نہ بخشنے میں حضور علیہ السلام کی عزت افزائی ہے

خدا جس کو پکڑے چھڑا لیں محمدؐ   محمدؐ جو پکڑیں چھڑا کوئی نہیں سکتا

یعنی جو اللہ کی پکڑ میں آگیا حضور علیہ السلام اُس کی شفاعت فرما کر رب سے معافی دلوا دیں۔ مگر جو شفیع المذنبین کی پکڑ میں آگیا۔ اُس کے لئے اب کون سفارش کرے

بعض نادان اس شعر پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اس میں حضور کو خدا سے بڑھا دیا ہے حالانکہ اگر حضور کسی کو پکڑ لیں تو اُسے خدا چھوڑا سکتا ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ خدا کا کام چھوڑنا ہے۔ نہ کہ چھوڑانا۔ بادشاہ چھوڑتا ہے۔ وزیر چھوڑاتا ہے۔ خدا کو چھوڑانے والا ماننا خدا کی بے ادبی ہے۔ اس لئے صوفیاء کرام فرماتے ہیں ؎

با خدا دیوانہ و با مصطفٰے ہوشیار باش

یعنی خدا کی بارگاہ میں دیوانہ بن کر آ سکتے ہیں۔ مگر مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارگاہ میں ذرا ہوش سنبھل کر آنا یہاں اونچی آواز کرنے پر اعمال ضبط ہو جاتے ہیں۔ بعض بزرگان دین جذبہ میں اَنَا الحَقّ کہہ گئے۔ مگر کسی نے آج تک اِنَّا مُحَمَّدٌ نہ کہا ؎

اُونچے اُونچے یہاں جھکتے ہیں ــــ سارے انہیں کا منہ تکتے ہیں

جن و ملک ہیں ان کے سلامی ــــ فخر ہے سب کو ان کی غلامی!

(۵) رب تعالیٰ فرماتا ہے لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ یعنی اے محبوب یہ بات تمہارے ہاتھ میں نہیں، یا تو اللہ اُن کو توبہ کی توفیق دے یا اُن پر عذاب کرے۔ کہ وہ ظالم ہیں۔

دیکھو حضور علیہ السلام نے بیر معونہ کے کفار پر دعاء عذاب فرمائی۔ تو حضور علیہ السلام کو اس دُعا سے روک دیا گیا۔ اگر وہ مالک ہیں یا اُن کی ہر بات بارگاہ الٰہی میں ہوتی ہے۔ تو اس آیت کے کیا معنے ہوں گے؟

جواب:۔ یہ آیت تو حضور علیہ السلام کی شان بتا رہی ہے۔ عادت الٰہیہ یہ ہے کہ اگر اُس کا کوئی پیارا بندہ کسی ایسی بات میں دعا کرنا چاہے جس کے خلاف ارادہ الٰہی ہو چکا ہے۔ تو اُن کو دُعا سے روک دیا جاتا ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ اے محبوب یہ بات ہمارے ارادے کے خلاف ہے۔ اور ارادے الٰہیہ کے خلاف ہونا ممکن نہیں۔ اور یہ بھی ہم نہیں چاہتے کہ تمہاری بات خالی جاوے۔ لہٰذا آپ اس معاملہ میں دعا نہ کریں۔ اس میں ان انبیائے کرام کی عزت افزائی ہے۔ آج ہم ہزاروں دعائیں کرتے رہتے ہیں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ مگر اُن سے ایسی دعا کرائی ہی نہیں جاتی جو نہ

ہو سکے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاہا کہ قوم لوط کے واسطے دعا فرما دیں۔ تو حکم ہوا
یَا اِبْرَاهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ اے ابراہیم
اس دعا سے بچو، کیونکہ اب اس قوم پر عذاب آنے ہی والا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ
السلام کو اس دعا سے روکا گیا۔ اور اس روکنے میں حضور کی عزت افزائی ہوئی
(۶) قرآن فرماتا ہے اے محبوب فرما دو کہ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ میں تو اسی پیروی
کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام اپنی طرف
سے کچھ بھی نہ کہہ سکتے تھے۔ بلکہ صرف وحی سے حکم دیتے تھے۔ اور تم کہتے ہو کہ حضور علیہ
السلام مالک احکام تھے۔ اب وہ مالکِ احکام کہاں ہوئے۔ بلکہ ہماری طرح بندۂ مجبور
جواب۔ یہ آیت پوری نہ پڑھی۔ پوری آیت یہ ہے۔ قُلْ مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اُبَدِّلَهٗ
مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ یعنی اے محبوب فرما دو کہ مجھے یہ حق
نہیں کہ میں اپنی طرف سے قرآن کو بدل دوں۔ میں تو نہیں پیروی کرتا مگر وحی الٰہی کی۔
واقعہ یہ تھا کہ عاص ابن وائل نے ایک دفعہ عرض کیا تھا۔ کہ یا تو آپ اس قرآن کو
بدل دیجئے یا کوئی دوسرا قرآن لائیے۔ تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اس کو یہ جواب دلوایا
گیا ہے۔ کہ اے محبوب فرما دو۔ کہ میں یہ کچھ نہیں کر سکتا۔ میں تو صرف وحی کی اِتّباع کرتا ہوں
یعنی جو آیت رب کی طرف سے آتی ہے وہی پہنچا دیتا ہوں اُس میں اپنی طرف سے کمی
زیادتی نہیں کر سکتا۔ جیسے کہ علمائے یہود نے کی تھی۔ تو اس جگہ اتباع سے مراد ہے۔ قرآن
کا بے کمی بیشی اظہار یعنی جو آوے اُسی کا بتا دینا۔ اور مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ میں اس طرف
نہایت باریک اشارہ ہے۔ کہ قرآن اپنی رائے سے نہیں بدل سکتا۔ ہاں رب تعالیٰ
سے عرض کر کے بدلوا سکتا ہوں اور ایسا بہت ہوا ہے کہ قرآنی آیات حضور کی مرضی کے
مطابق نازل ہوئیں۔ اور بدلی گئیں یعنی منسوخ ہوئیں جس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:۔
اوّل بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ تھا۔ مگر محبوب علیہ السلام کی خوشی یہ تھی۔ کہ
بیت المقدس کی بجائے کعبہ معظمہ قبلہ ہو جائے۔ ایک دن بار بار آسمان کی طرف سر نیاز
اُٹھا اُٹھا کر نگاہِ ناز فرما رہے تھے یعنی یہ انتظار تھا۔ کہ قبلہ کی تبدیلی کا حکم آجاوے۔

رب تعالیٰ نے اس محبوبانہ ادا کو نہایت پسند فرماتے ہُوئے ارشاد فرمایا قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا اے محبوب ہم آپ کے آسمان کی طرف منہ اُٹھانے کو دیکھ رہے ہیں۔ اچھا اب تم کو اُسی قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں جس کو آپ چاہتے ہیں۔ ف سے معلوم ہُوا۔ کہ چونکہ آپ کی خوشی یہ ہے۔ لہٰذا ہم بھی اُسی کو قبلہ بناتے ہیں جس کو محبوب تم چاہو۔ دیکھو یہ نسخ حضور علیہ السلام کی رضا جوئی کے لئے ہُوا۔

تفسیر روح المعانی میں آیت وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا کی تفسیر میں ہے۔ کہ ہر قوم بلکہ ہر چیز کا علیحدہ قبلہ ہے جدھر اُس کی توجہ ہے، فرشتوں کا قبلہ بیت المعمور ہے۔ دُعاء کا قبلہ آسمان، ارواح کا قبلہ سدرۃ المنتہیٰ اور حضور کا قبلہ جسم کعبہ معظمہ اور قبلۂ روح رب تعالیٰ ہے۔ اور خود رب کا قبلہ اُس کے محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہ ہر وقت رب تعالیٰ کی اُن پر نظرِ کرم ہے مثنوی میں ہے ؎

قبلۂ شاہاں بود تاج وگہر — قبلۂ ارباب دنیا سیم وزر
قبلۂ صورت پرستاں آب وگل — قبلۂ معنی شناساں جان ودل
قبلۂ عاشق وصالِ بے زوال — قبلۂ عارف جمال ذوالجلال

غرضکہ قبلہ کی تبدیلی حضور علیہ السلام کی خاطر ہوئی۔

اِسی طرح اوّل یہ آیت اُتری وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ یعنی اگر تم اپنے دل کی بات ظاہر کر دیا نہ کرو۔ بہر حال حق تعالیٰ حساب لے گا۔ جس سے معلوم تھا۔ کہ دل کے خیالات کا بھی حساب ہوگا۔ مگر محبوب علیہ السلام کی مرضی یہ تھی۔ کہ دل کے خیالات کا رب تعالیٰ حساب نہ لے۔ کیونکہ یہ طاقت کے باہر ہیں۔ لہٰذا حکم آیا لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا رب تعالیٰ کسی کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیگا۔ جس سے معلوم ہُوا۔ کہ دل کے بُرے خیالات جو بے اختیار دل میں آجادیں۔ معاف ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقع پر دعا مانگی۔ کہ خدایا حاجی کے سارے گناہ معاف فرما دے۔ حکم الٰہی آیا کہ

میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ کیونکہ دعویٰ وہ کیا کرتا ہے جس میں ضبط کی طاقت نہ ہو۔ رب نے جس طرح اُن کو اتنی بڑی بادشاہت دی ہے۔ اسی طرح کو ضبط کی طاقت بھی عطا فرمائی ہے۔ جس خزانہ میں زیادہ قیمتی مال ہوتا ہے اُس کے دروازے پر زیادہ مضبوط قفل ہوتا ہے۔ زبان دل کا دروازہ ہے ؎

بر دہانش قفل و درول رازہا   بند لب ہا دل پُر از آوازہا

دوسرے یہ کہ اس آیت میں خزانوں کے پاس ہونے کا انکار ہو سکتا ہے۔ نہ کہ مالک ہونے کا خزانہ خزانچی کے پاس ہوتا ہے۔ مگر مالک کی زبان اور قلم پر ہوتا ہے شہنشاہ اپنے پاس روپیہ نہیں رکھتے۔ جہاں اُن کا فرمان پہنچا کہ خزانچی نے فوراً روپیہ ادا کیا۔ فرمایا یہ جا رہا ہے کہ ہم مالک ہیں خزانچی نہیں۔ ہماری 'ہاں' اور 'نا' ہی سب کچھ ہے۔ کیا یہ نہ پڑھ چکے کہ اشارے پر بادل برسے، اور اشارے پر ہی کھُل گئے۔

تیسرے اس طرح کہ اس آیت میں منافقوں اور کفار سے خطاب ہو رہا ہے۔ کہ اے منافقو تم چور ہو اور چور اور ڈاکوؤں سے خزانے چھپائے جاتے ہیں۔ یہ راز تو صاحب اسرار لوگوں کو بتائے جاتے ہیں۔ اسی لئے مسلمانوں سے فرمایا کہ اُوتِیتُ مَفَاتِحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ ہم کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں جس کے حوالے پہلے باب میں گزر چکے

چوتھے یہ کہ خزائن اللہ کہتے ہیں۔ پیدا کرنے کو یعنی معدومات کو موجود کرنا اور مخلوق کے خزانے ہیں پیدا کی ہوئی چیزوں کو جمع کرنا، جیسے ٹکسال۔ کہ اس میں روپیہ بنتا ہے اور خزانہ کہ اس میں بنا ہوا روپیہ رہتا ہے۔ رعایا میں سے کوئی اپنی ٹکسال نہیں بنا سکتا۔ اگر سکہ بنائے گا مجرم ہوگا۔ اور بنا ہوا روپیہ کا ہر شخص خزانہ رکھ سکتا ہے۔

(۱) حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ یعنی ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں۔ مگر اُن کو ہم اندازے سے دیتے ہیں اس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ تمام چیزیں کسی جگہ جمع ہیں وہاں سے نکل کر آرہی ہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ ہم چیز کے خلق پر قادر ہیں۔ اور پیدا فرماتے رہتے ہیں۔ لہٰذا اس آیت میں حضور کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ یہ فرمادو۔ کہ میرے پاس خزائن الہیہ یعنی خلق

کی قدرت نہیں یعنی میں خالق نہیں (دیکھو روح البیان یہی آیت) اب رہے مخلوق کے خزانہ۔ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مجھے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں۔

(۲) قرآن فرماتا ہے قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ۔ یعنی اے محبوب فرمادو۔ کہ میں تو اپنی ذات کے لئے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ مگر جو اللہ چاہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضور تو اپنے نفع و نقصان کے بھی مالک نہیں تو دوسروں کو کیا دیں گے۔

جواب۔ معترض نے اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ کو نہ دیکھا۔ آیت کا مقصود تو یہ ہے۔ کہ میں بغیر رب کے چاہے ہوئے کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ ہاں اس کے چاہنے اور اس کے دینے سے مالک ہوں۔ تو ذاتی ملکیت کا انکار ہے۔ اور عطائی کا اقرار۔ یہ ہی ہم کہہ رہے ہیں۔ تعجب ہے۔ کہ معمولی تھانیدار، جج تو آپ کو نقصان پہنچا سکے۔ کہ آپ کو حوالات یا جیل میں بھیج دے۔ اور حضور علیہ السلام کسی کے مالک نہ ہوں۔

(۳) رب فرماتا ہے قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ۔ یعنی اے محبوب تم فرمادو۔ کہ اگر میرے وہ عذاب ہوتا جس کی تم جلدی کر رہے ہو۔ تو مجھ میں تم میں کام ختم ہو چکا ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام کسی پر عذاب لانے پر قادر نہیں۔ اسی لئے اپنی مجبوری ظاہر فرما رہے ہیں۔ کہ کفار تو عذاب مانگ رہے ہیں۔ اور حضور یہ فرما رہے ہیں۔

نیز قرآن فرماتا ہے وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ۔ یعنی اے محبوب اگر ان کفار کا منہ پھیرنا تم پر شاق گزرتا ہے۔ تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ تلاش کر لو یا آسمان میں زینہ۔ پھر ان کے لئے نشانی لے آؤ۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ حضور کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اور نہ حضور کو عذاب لانے کا اختیار کیونکہ حضور علیہ السلام کا منشا یہ تھا کہ سب لوگ اسلام لا دیں۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ بلکہ آپ کو اس خواہش سے روک دیا گیا۔ اسی طرح ابو طالب کے ایمان کی حضور علیہ السلام نے خواہش کی۔

مگر فرمادیا گیا اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ یعنی یہ نہیں ہے کہ جسے تم چاہو اُس کو ہدایت کردو۔ ہاں اللہ جس کو چاہے ہدایت دے دے جس سے معلوم ہُوا۔ کہ حضور علیہ السلام کو کسی کے ہدایت دینے کا بھی اختیار نہیں۔ یہ مخالفین کا کا انتہائی اعتراض ہے۔

جواب:۔ اس اعتراض کا منشاء صرف یہ ہے کہ مخالف نے حضور کی ملکیت رب کے مقابلہ میں مستقبل طور پر سمجھی ہے اور یہ ہمارا دعویٰ نہیں۔ ان آیات میں مستقل ملکیت اور قبضہ کی نفی ہے یعنی اگر یہ چیزیں مستقل طور پر میرے قبضہ میں ہوتیں۔ تو میں لے آتا مگر چونکہ رب کی مرضی نہیں۔ کہ اے کفار ابھی تم پر عذاب آوے۔ اس لئے فی الحال عذاب نہیں آسکتا۔ یا رب کی مرضی نہیں۔ کہ اُن کو اُن کے منہ مانگے معجزات دکھائے جاویں۔ یا کہ ابو طالب ایمان ظاہر کریں۔ اس لئے یہ کام نہیں ہو سکتے۔ اگر میں ان کاموں میں رب کا حاجتمند نہ ہوتا بلکہ خود مستقل ہوتا۔ تو یہ کام خود کر لیتا۔ آج ہم جن چیزوں کے مالک ہیں زمین، سامان وغیرہ اس میں بغیر مرضی الٰہی کچھ نہیں کر سکتے۔ رب فرماتا ہے وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ تم لوگ بغیر رب کی مرضی کچھ چاہ بھی نہیں سکتے۔ اس سے یہ لازم نہیں۔ کہ ہم اپنی کسی چیز کے مالک بھی نہیں بلکہ مالکِ حقیقی کے مقابل مالک مجازی کی ملکیت بے حقیقت ہے۔ اسی طرح آیت اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ میں ارشاد ہو رہا ہے۔ کہ اے محبوب جس کو ہم ہدایت دینا نہ چاہیں۔ تم کو اُس کو ہدایت نہیں دے سکتے۔ جس کو اس سے آگے بیان فرمایا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اگر اس کا یہ مقصد نہ ہو۔ تو اس آیت کا کیا مطلب ہوگا۔ کہ اِنَّ الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ کہ قرآن سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے یہاں تو فرمایا۔ کہ خدا کے سوا کوئی ہدایت نہیں کرتا اور وہاں ارشاد ہو رہا ہے۔ کہ قرآن ہدایت کرتا ہے رب فرماتا ہے وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اے محبوب یقیناً آپ سیدھے راستہ کی ہدایت فرماتے ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ کہ مستقل طور پر کوئی ہدایت نہیں کرتا۔ اور رب کی عطا سے قرآن بھی ہدایت دیتا ہے۔ اس آیت کا مطلب یہ

بھی ہوسکتا ہے۔ کہ اے حبیب جس سے تم محبت کرو اُسے ایمان ملنا ضروری نہیں۔ کیونکہ تم رحمتِ عالم ہو سب سے ہی محبت کرتے ہو ہدایت اُسے ملے گی۔ جو تم سے محبت کرکے تمہاری بات مانے ابوطالب نے تم سے محبت نہ کی۔ کہ تمہاری بات نہ مانی اسی لئے انھیں ہدایت نہ ملی۔ خیال رہے کہ اس آیت میں حضور کے متعلق محبت کا ذکر ہے۔ اور رب تعالیٰ کے متعلق مشیت اور ارادہ کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوا کہ ہدایت رب کی مشیت سے ملتی ہے۔ نہ کہ رب کی محبت سے کیونکہ رب تعالیٰ رب العالمین ہے اور سارا عالم اُس کا بندہ اس بندگی کی حیثیت سے رب کو سب سے محبت ہے۔ مگر رب کی اس محبت سے سب کو ہدایت نہیں ملتی ہدایت تو رب کے ارادہ سے ملتی ہے اور صاحبِ قرآن بھی فَاِنِ اسْتَطَعْتَ کی آیت میں بھی یہی فرمایا جارہا ہے کہ اے نبی یہ کام بغیر ہماری مرضی کے آپ نہیں کرسکتے آج میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ بادشاہ کسی کو اُس کی موت کے بغیر پھانسی نہیں دے سکتا۔ یا بغیر مرضی الٰہی کسی کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ بالکل صحیح ہے حالانکہ بادشاہ کو پھانسی دینے، نفع و نقصان پہنچانے کا مختار بنایا گیا ہے۔ ورنہ وہ بادشاہ کیسا اور رعایا اور بادشاہ میں کیا فرق یہ ہی یہاں بیان ہو رہا ہے۔ بلاتشبیہ جیسے بادشاہ رب کا حاجت مند اور رعایا کا حاجت روا ہے۔ ایسے ہی سمجھ لو۔ کہ اللہ کے محبوب خالق کے حاجتمند اور مخلوق کے حاجت روا، اور مولیٰ کے بندے اور بندوں کے مولیٰ ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

ضروری ہدایت:۔ اس کا خیال چاہئے۔ کہ سوال کرتے وقت ادب کا لحاظ رہے بے دھڑک منہ سے لفظ نکال دینا محرومی کی علامت ہے حق تعالیٰ اُن کا رب ہے۔ اور وہ اُس کے بندے۔ وہ جس طرح چاہے اپنے پیاروں کو یاد فرمادے اور اُن کو نوازے اور یہ حضرات جس طرح چاہیں اپنے رب سے اپنی نیازمندی کا اظہار کریں۔ ہم کمینوں غلاموں کو کیا حق ہے کہ اُن کی بارگاہوں میں جرأت کریں ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب — بے ادب محروم ماند از لطف رب

(۴۲) قرآن کریم فرماتا ہے۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ

سَبْعِیْنَ مَرَّۃً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ اے محبوب تم اُن کے لئے دعاء مغفرت کرو یا نہ کرو۔ اگر تم ستّر بار اُن کی معافی چاہو تو اللہ ہرگز اُن کو نہ بخشے گا۔

اِس آیت کریمہ سے معلوم ہوا۔ کہ منافقوں کے لئے اگر حضور علیہ السلام دعا بھی کریں۔ تب بھی رب تعالیٰ قبول نہ فرمائے گا۔ پھر ملکیّت اور محبوبیت کی وہ شان کہاں رہی جو تم بیان کرتے ہو۔

جواب۔ یہ آیت تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ شان بیان کر رہی ہے۔ اس آیت میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو حضور علیہ السلام کے غلاموں کو طعنے دے کر آقا کے دل کو ایذا پہنچاتے تھے چنانچہ اس سے پہلے یہ آیت ہے اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ فِی الصَّدَقَاتِ یعنی جو لوگ کہ صدقہ کرنے والے مسلمانوں کو عیب لگاتے ہیں الخ معلوم ہوا کہ وہ لوگ بارگاہِ نبوّت کے مجرم ہیں۔ اُن کے بارے میں فرمایا گیا۔ کہ اے محبوب اُنھوں نے آپ کو ایذا دی ہے۔ اِس لئے ہم اُن کے قصور معاف نہ فرمائیں گے۔ معلوم ہوا کہ جو مصطفےٰ علیہ السلام کی بارگاہ کا مجرم ہو جاوے۔ اُس کی کہیں اپیل ہی نہیں اور اس کو کہیں بھی پناہ نہیں ملتی یہ ہی اس آیت کے آگے بتایا جا رہا ہے۔ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ یہ اس لئے ہے کہ وہ اللہ و رسول کے منکر ہو گئے۔

لطیفہ۔ محبوب کا حسن بے اختیاری ہوتا ہے اور چاہنے والے کی محبت کا تقاضا یہ ہوتا ہے۔ کہ اپنے محبوب کے مجرم کو کبھی نہ معاف کرے حضور علیہ السلام رحمۃ اللعالمین ہیں۔ آپ کی رحمت بے اختیاری ہے۔ کوئی کیسی خطا کرے۔ مگر کرم فرمانے میں تامّل نہیں۔ رب کی محبت یہ ہے کہ وہ ان کے مجرموں کو کبھی نہ بخشے۔ کیونکہ وہ محبوب کے مجرم ہیں۔ ان لوگوں کو نہ بخشنے میں حضور علیہ السلام کی عزّت افزائی ہے

خدا جس کو پکڑے چھڑا لیں محمدؐ ‏ ‏ ‏ ‏ محمدؐ جو پکڑیں چھڑا کوئی نہیں سکتا

یعنی جو اللہ کی پکڑ میں آگیا حضور علیہ السلام اُس کی شفاعت فرما کر رب سے معافی دلوا دیں۔ مگر جو شفیع المذنبین کی پکڑ میں آگیا۔ اُس کے لئے اب کون سفارش کرے

بعض نادان اس شعر پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اس میں حضور کو خدا سے بڑھا دیا ہے حالانکہ اگر حضور کسی کو پکڑ لیں تو اسے خدا چھوڑا سکتا ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ خدا کا کام چھوڑنا ہے۔ نہ کہ چھوڑانا۔ بادشاہ چھوڑتا ہے۔ وزیر چھوڑاتا ہے۔ خدا کو چھوڑانے والا ماننا خدا کی بے ادبی ہے۔ اس لئے صوفیاء کرام فرماتے ہیں ؎

با خدا دیوانہ و با مصطفےٰ ہوشیار باش

یعنی خدا کی بارگاہ میں دیوانہ بن کر آ سکتے ہیں۔ مگر مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارگاہ میں ذرا ہوش سنبھل کر آنا یہاں اونچی آواز کرنے پر اعمال ضبط ہو جاتے ہیں۔ بعض بزرگان دین جذبہ میں انا الحق کہہ گئے۔ مگر کسی نے آج تک انا محمد نہ کہا ؎

اونچے اونچے یہاں جھکتے ہیں ۔۔۔ سارے انہیں کا منہ تکتے ہیں

جن و ملک ہیں ان کے سلامی ۔۔۔ فخر ہے سب کو ان کی غلامی!

(۵) رب تعالیٰ فرماتا ہے لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ؁ یعنی اے محبوب یہ بات تمہارے ہاتھ میں نہیں، یا تو اللہ ان کو توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے۔ کہ وہ ظالم ہیں۔

دیکھو حضور علیہ السلام نے بیر معونہ کے کفار پر دعاء عذاب فرمائی۔ تو حضور علیہ السلام کو اس دعا سے روک دیا گیا۔ اگر وہ مالک ہیں یا ان کی ہر بات بارگاہ الٰہی میں ہوتی ہے۔ تو اس آیت کے کیا معنے ہوں گے؟

جواب:۔ یہ آیت تو حضور علیہ السلام کی شان بتا رہی ہے۔ عادت الٰہیہ یہ ہے کہ اگر اس کا کوئی پیارا بندہ کسی ایسی بات میں دعا کرنا چاہے جس کے خلاف ارادہ الٰہی ہو چکا ہے۔ تو ان کو دعا سے روک دیا جاتا ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ اے محبوب یہ بات ہمارے ارادے کے خلاف ہے۔ اور ارادے الٰہیہ کے خلاف ہونا ممکن نہیں۔ اور یہ بھی ہم نہیں چاہتے کہ تمہاری بات خالی جاوے۔ لہٰذا آپ اس معاملہ میں دعا نہ کریں۔ اس میں ان انبیائے کرام کی عزت افزائی ہے۔ آج ہم ہزاروں دعائیں کرتے رہتے ہیں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ مگر ان سے ایسی دعا کرائی ہی نہیں جاتی جو نہ

ہو سکے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاہا کہ قوم لوط کے واسطے دعا فرما دیں۔ تو حکم ہوا یٰٓاِبْرَاهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ اے ابراہیم اس دعا سے بچو، کیونکہ اب اس قوم پر عذاب آنے ہی والا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کو اس دعا سے روکا گیا۔ اور اس روکنے میں حضور کی عزت افزائی ہوئی۔

(۶) قرآن فرماتا ہے اے محبوب فرما دو کہ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓى اِلَیَّ میں تو اسی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام اپنی طرف سے کچھ بھی نہ کہہ سکتے تھے۔ بلکہ صرف وحی سے حکم دیتے تھے۔ اور تم کہتے ہو کہ حضور علیہ السلام مالک احکام تھے۔ اب وہ مالکِ احکام کہاں ہوئے۔ بلکہ ہماری طرح بندۂ مجبور

جواب۔ یہ آیت پوری نہ پڑھی۔ پوری آیت یہ ہے۔ قُلْ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓى اِلَیَّ یعنی اے محبوب فرما دو کہ مجھے یہ حق نہیں کہ میں اپنی طرف سے قرآن کو بدل دوں۔ میں تو نہیں پیروی کرتا مگر وحی الٰہی کی۔

واقعہ یہ تھا کہ عاص ابن وائل نے ایک دفعہ عرض کیا تھا۔ کہ یا تو آپ اس قرآن کو بدل دیجئے یا کوئی دوسرا قرآن لائیے۔ تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اس کو یہ جواب دلوایا گیا ہے۔ کہ اے محبوب فرما دو۔ کہ میں یہ کچھ نہیں کر سکتا۔ میں تو صرف وحی کی اتباع کرتا ہوں یعنی جو آیت رب کی طرف سے آتی ہے وہی پہنچا دیتا ہوں اس میں اپنی طرف سے کمی زیادتی نہیں کر سکتا۔ جیسے کہ علمائے یہود نے کی تھی۔ تو اس جگہ اتباع سے مراد ہے۔ قرآن کا بے کمی بیشی اظہار یعنی جو آوے اسی کا بتا دینا۔ اور مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ میں اس طرف نہایت باریک اشارہ ہے۔ کہ قرآن اپنی رائے سے نہیں بدل سکتا۔ ہاں رب تعالیٰ سے عرض کر کے بدلوا سکتا ہوں اور ایسا بہت ہوا ہے کہ قرآنی آیات حضور کی مرضی کے مطابق نازل ہوئیں۔ اور بدلی گئیں یعنی منسوخ ہوئیں جس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:-

اول بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ تھا۔ مگر محبوب علیہ السلام کی خوشی یہ تھی۔ کہ بیت المقدس کی بجائے کعبہ معظمہ قبلہ ہو جائے۔ ایک دن بار بار آسمان کی طرف سر نیاز اٹھا اٹھا کر نگاہِ ناز فرما رہے تھے یعنی یہ انتظار تھا۔ کہ قبلہ کی تبدیلی کا حکم آجاوے۔

رب تعالیٰ نے اس محبوبانہ ادا کو نہایت پسند فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا اے محبوب ہم آپ کے آسمان کی طرف منہ اُٹھانے کو دیکھ رہے ہیں۔ اچھا اب تم کو اُسی قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں جس کو آپ چاہتے ہیں۔ ف سے معلوم ہوا۔ کہ چونکہ آپ کی خوشی یہ ہے۔ لہٰذا ہم بھی اُسی کو قبلہ بناتے ہیں جس کو محبوب تم چاہو۔ دیکھو یہ نسخ حضور علیہ السلام کی رضا جوئی کے لئے ہوا۔

تفسیر روح المعانی میں آیت وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا کی تفسیر میں ہے۔ کہ ہر قوم بلکہ ہر چیز کا علیحدہ قبلہ ہے جدھر اُس کی توجہ ہے، فرشتوں کا قبلہ بیت المعمور ہے۔ دُعاء کا قبلہ آسمان، ارواح کا قبلہ سدرۃ المنتہیٰ اور حضور کا قبلہ جسم کعبہ معظمہ اور قبلۂ روح رب تعالیٰ ہے۔ اور خود رب کا قبلہ اُس کے محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہ ہر وقت رب تعالیٰ کی اُن پر نظرِ کرم ہے مثنوی میں ہے ؎

قبلۂ شاہاں بود تاج و گہر قبلۂ اربابِ دنیا سیم و زر
قبلۂ صورت پرستاں آب و گِل قبلۂ معنی شناساں جان و دل
قبلۂ عاشق وصالِ بے زوال قبلۂ عارف جمالِ ذوالجلال

غرضکہ قبلہ کی تبدیلی حضور علیہ السلام کی خاطر ہوئی۔

اِسی طرح اوّل یہ آیت اُتری وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ یعنی اگر تم اپنے دل کی بات ظاہر کر دو یا نہ کرو۔ بہرحال حق تعالیٰ حساب لے گا جس سے معلوم تھا۔ کہ دل کے خیالات کا بھی حساب ہو گا۔ مگر محبوب علیہ السلام کی مرضی یہ تھی۔ کہ دل کے خیالات کا رب تعالیٰ حساب نہ لے۔ کیونکہ یہ طاقت کے باہر ہیں۔ لہٰذا حکم آیا لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا رب تعالیٰ کسی کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیگا جس سے معلوم ہوا۔ کہ دل کے بُرے خیالات جو بے اختیار دل میں آجاویں۔ معاف ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقعہ پر دعا فرمائی۔ کہ خدایا حاجی کے سارے گناہ معاف فرما دے۔ حکم الٰہی آیا۔ کہ

حقوق العباد کے سوا سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ مزدلفہ میں بھی دعاء فرمائی۔ کہ خداوندا حاجی سے بندوں کے حق بھی معاف فرما دے۔ حکم ہوا۔ کہ وہ بھی معاف فرما دیئے گئے۔ دیکھو مشکوٰۃ کتاب الحج باب الوقوف بعرفہ۔ اس قسم کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں۔ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ اس میں فرمایا گیا ہے اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ اور جو حضور (علیہ السلام) فرماتے ہیں۔ وہ بھی وحی ہے۔ اسی لئے حدیث متواتر سے قرآن کا منسوخ ہونا جائز ہے۔ اور بہت جگہ حضور علیہ السلام نے بعض حضرات کو قرآنی احکام سے علیٰحدہ فرما دیا جس کے حوالے گذر چکے۔ اگر اس پیش کردہ آیت کے یہ معنی ہوں۔ کہ میں صرف قرآن کی پیروی کرتا ہوں تو حدیث کا بھی انکار ہو جاوے گا۔

(۷) حضور علیہ السلام نے بدر کے قیدیوں کو فدیہ (مال) لے کر چھوڑ دیا۔ اس پر عتاب الٰہی آیا۔ اور رب تعالیٰ نے ناراضی کا اظہار فرمایا۔ تو اگر حضور علیہ السلام مالکِ احکام ہوتے۔ تو آپ کو اختیار ہوتا۔ کہ جو چاہیں وہ کریں۔ اُن کے کسی مبارک فعل پر عتاب کیوں آتا؟

جواب۔ اس واقعہ سے تو حضور علیہ السلام کی مالکیت ہوتی ہے۔ اولاً تو اس لئے کہ اگر آپ بندہ مجبور تھے۔ تو یہ جرأت ہی کیوں فرمائی کہ بغیر وحی آئے۔ قیدیوں سے فدیہ لے بھی لیا۔ اور اُن کو چھوڑ بھی دیا معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے سے عادتِ کریمہ تھی۔ کہ اپنی مرضی پاک سے احکام جاری فرما دیا کرتے تھے۔ تب ہی تو آج پر عمل کیا۔ دوسرے اس لئے کہ اگر حضور علیہ السلام مالکِ احکام نہ تھے۔ تو یہ فیصلہ غلط ہوتا۔ اور جو روپیہ کہ فدیہ کا آیا تھا۔ یا تو کفار مکہ کو واپس ہوتا۔ یا دریا میں غرق کرا دیا جاتا۔ کیونکہ جو روپیہ ناجائز ذریعہ سے آوے۔ اُس کو اپنے کام لانا جائز نہیں نیز آئندہ کے لئے منع فرما دیا جاتا۔ کہ اب کبھی فدیہ نہ لیا کرنا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ بلکہ وہ روپیہ مسلمانوں کے لئے حلال رہا۔ کہ فرمایا گیا فَکُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَیِّبًا اے مسلمانو! جو غنیمت تم نے لی ہے۔ وہ کھاؤ حلال اور پاکیزہ اور لطف یہ ہے کہ اس آیت پیش کردہ کے نزول کے بعد بھی حضرت

عباس اور حضرت ابو العاص زوجہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فدیہ لیا گیا۔ اور آئندہ کے لیئے یہ قاعدہ بن گیا۔ کہ مسلمان اگر چاہیں تو کافر قیدیوں سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا کریں۔ کہ فرمایا گیا فَاِمَّا مَنًّا بَعۡدُ وَاِمَّا فِدَآءً کہ یا تو قیدیوں کو احسان کر کے چھوڑ دو یا اُن سے فدیہ لے کر۔ اگرچہ احناف کے نزدیک یہ حکم بھی بعد کو منسوخ ہو گیا۔ مگر اُس وقت تو یہ قاعدہ بن ہی گیا۔ عجب معاملہ ہے کہ بقول مخالفین فدیہ لینے پر عتاب بھی آرہا ہے اور فدیہ کھانا جائز بھی ہے۔ اور آئندہ کے لیئے یہ حکم باقی بھی رکھا جارہا ہے۔

تیسرے اس لیئے کہ رب تعالیٰ اگر اس فدیہ لینے سے ناراض تھا۔ تو فدیہ لینے ہی کیوں دیا۔ اوّل ہی سے یہ آیت نازل فرما کر مسلمانوں کو اس سے کیوں نہ روک دیا۔

اب اپنی بات کا جواب سنو! معاملہ یہ ہے کہ ماتحت کا عملدرآمد حاکم اعلیٰ کے حکم سے رُک بھی سکتا ہے اور بدل بھی سکتا ہے اور اُس پر عتاب بھی ہو سکتا ہے۔ یہ باتیں مالک ہونے کے خلاف نہیں دیکھو میں اپنا ذاتی مکان فروخت کرتا ہوں۔ مگر بعض وقت حکومت اس بیع کو روک دیتی ہے اور کبھی بیچے ہوئے مکان کو واپس کرا دیتی ہے۔ اور بیع کو ناجائز قرار دیتی ہے اور اگر بغیر رجسٹری کے مکان بیچ دوں۔ تو مجھ پر عتاب بھی کرتی ہے۔ سزا بھی دیتی ہے اور جنگ کے زمانہ میں جس رعایا کا مکان چاہتی ہے اپنے قبضے میں کر لیتی ہے۔ اور اپنے کام میں لاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ میں اپنے مکان کا مالک نہیں۔ بلکہ وجہ یہ ہے۔ کہ میری ملکیت سے بڑھ کر بادشاہ کی ملکیت ہے۔ اس لئے یہ معاملہ ہو رہا ہے یہاں بھی حضور علیہ السلام کا یہ حکم عالی رب تعالیٰ کی رجسٹری کے بغیر ہو گیا۔ تو فیصلہ تو قائم رکھا گیا۔ مگر رجسٹری نہ کرانے پر توجہ دلا دی گئی۔ کہ اے محبوب اتنا بڑا کام ہمارے فیصلے کے بغیر نہ ہونا چاہیئے تھا۔ غرضکہ یہ آیت حضور علیہ السلام کی ملکیت کی دلیل ہے۔

(۸) جب کفار نے حضور علیہ السلام سے مطالبہ کیا۔ کہ آپ سونے کا پہاڑ، عمدہ میوے کا باغ اور پانی کی نہریں ظاہر کیجئے۔ تو جواب دیا گیا کہ هَلۡ كُنۡتُ اِلَّا

بشراً رسولاً میں تو بشر رسول ہوں یعنی اپنی عاجزی کا اظہار کیا گیا۔ اگر حضور علیہ السلام مالک ہوتے۔ تو ان چیزوں کو ظاہر کر دیتے۔ اپنے عجز کا اظہار کیوں فرماتے۔

جواب:۔ اِن سوالات سے کفار کا مقصد یہ تھا۔ کہ یا رسول اللہ اگر آپ یہ کام کر کے دکھا دیں۔ تو ہم آپ کو نبی مان لیں، ورنہ نہیں یعنی نبوّت کو اِن باتوں پر موقوف رکھا۔ اس جواب میں اُن کے اس قاعدے کی غلطی بیان فرمائی گئی۔ یعنی نبوّت اِن چیزوں پر موقوف نہیں۔ کہ جو یہ کام کر کے دکھا دے، وہ تو نبی ہو۔ اور جو سونے کا پہاڑ نہ بنا دے وہ نبی نہ ہو۔ بلکہ نبوّت انسانی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ میں نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے نہ کہ خدائی کا۔ ہم حضور علیہ السلام کی دنیا میں بادشاہت صرف نبوّت کی وجہ سے نہیں مانتے۔ بلکہ اُن دلیلوں کی وجہ سے مانتے ہیں۔ جو پہلے باب میں بیان ہوئیں۔

اچھا یہ تو بتاؤ۔ کہ اس جگہ تو فرما دیا گیا، کہ بشر رسول ہوں۔ اور بہت سے موقعوں پر لوگوں نے بڑے بڑے معجزے طلب کئے، اور بے تکلف دکھا دیئے گئے۔ چاند پھاڑ دیا، ڈوبے ہوئے سورج کو واپس بلا لیا، مردوں کو زندہ کیا گیا۔ تو اگر حضور علیہ السلام بندہ مجبور ہیں۔ تو وہاں یہ قدرت خداداد کیوں دکھا دی؟ وجہ یہی ہے کہ جنہوں نے اِن قدرتوں کو نبوّت کا معیار مان کر معجزہ مانگا اُن کو منع کر دیا گیا۔ اور جن لوگوں نے اس خداداد سلطنت کا نظارہ کرنا چاہا۔ اُن کو دکھا دیا گیا۔ بلکہ حدیث صحیح میں ارشاد ہُوا کہ اگر ہم چاہیں۔ تو پہاڑ سونے کے ہو کر ہمارے ساتھ چلیں۔ معلوم ہُوا کہ اس پر قادر ہیں۔ مگر اس کا اظہار نہیں فرماتے۔

کفار نے پانی کی نہر جاری کرنے کا سوال کیا تو حضور سے کہلوا دیا گیا۔ کہ میں بشر رسول ہوں اور دوسرے موقعہ پر انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ کفار کا یہ سوال نبی کی طاقت آزمانے کے لئے تھا۔ اور جس قوم نے نبی کی طاقت آزمائی اور پھر ایمان نہ لائی وہ ہلاک ہو گئی۔ جیسے قوم عاد و ثمود۔ حضور رحمت عالم ہیں کفار کو اپنا زور نہ دکھایا۔ کیونکہ وہ ایمان لانے والے نہ

تھے۔ اگر کفار کا یہ سوال پورا کر دیا جاتا تو یقیناً وہ ہلاک ہو جاتے۔ اس میں اُنھیں ہلاکت سے بچانا منظور ہے۔

بتاؤ موجودہ بادشاہ سونے کا پہاڑ، دودھ کی نہریں بنا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں پھر وہ بادشاہ اور مختار بھی ہیں کہ نہیں بے شک ہیں۔ اگر حضور (علیہ السلام) کو سونے کا پہاڑ بنانے پر قدرت نہ ہو تو اس سے آپ کی ملکیت اور سلطنت اور خداداد اختیارات میں کیا فرق آیا۔ خلق اور چیز ہے اور ملک کچھ اور عجیب عقل ہے۔ کہ ملک کی نفی میں نفیٔ خلق سے استدلال لاتے ہو۔

(۹) حضور علیہ السلام نے اپنی اوّل تبلیغ میں فرمایا۔ کہ اے فاطمہ بنتِ رسول اللہ! تم جو چاہو میرا مال مانگ لو لَا اُغْنِیْ عَنْکَ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا میں تم سے خدا کے غضب کو ہٹا نہیں سکتا جب حضور علیہ السلام اپنی لختِ جگر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مصیبت دفع نہیں کر سکتے، تو ہم سے کس طرح دفع کر سکتے ہیں۔ پھر ملکیت کہاں رہی؟

جواب۔ اس روایت میں مستقل ذاتی ملکیت کا انکار ہے۔ یعنی اے فاطمہ اگر تم نے ایمان نہ قبول کیا۔ اور رب کا ارادہ ہو گیا۔ کہ تم پر عذاب آجاوے۔ تو میں رب کے مقابلہ میں تم سے کسی مصیبت کو دفع نہیں کر سکتا۔ اور اس سے مقصود دوسروں کو سنانا ہے۔ اسی لئے مِنَ اللّٰہِ فرمایا گیا۔ اور یہ کسی کا عقیدہ نہیں۔ کہ کوئی بھی رب کا بندہ رب سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ معاذ اللہ۔ جو کوئی جو کچھ بھی کرتا ہے۔ وہ رب کی دی ہوئی قدرت اور اُسی کے ارادے سے کرتا ہے۔

اِن تمام اعتراضوں کی بنا اس پر ہے۔ کہ معترض نے سلطنتِ مصطفےٰ علیہ السلام کے معنی نہیں سمجھے۔ اور ذاتی وعطائی مستقل اور غیر مستقل میں فرق نہیں کیا۔

شامی جلد اوّل بحث غسل میّت میں ہے۔ کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بغیر رب کے مالک کئے ہوئے میں تم سے مصیبت دُور نہیں کر سکتا۔ حضور علیہ السلام تو اجنبی لوگوں کو شفاعت سے نفع پہنچائینگے۔ پھر اپنے اہل قرابت مومنین کو کیوں محروم چھوڑینگے

حدیث پاک میں ہے کہ کُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ یَنْقَطِعُ بِالْمَوْتِ اِلَّا نَسَبِیْ وَسَبَبِیْ
یعنی موت سے تمام رشتے اور سلسلے ٹوٹ جاتے ہیں سوائے ہمارے رشتے اور سلسلہ کے
اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُمِّ کلثوم بنت فاطمہ زہرا سے نکاح کیا تا کہ حضور علیہ
السلام سے ان کا سسرالی رشتہ قائم ہو جاوے۔ اور یہ آیت کہ فَلَا اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یعنی
جب صُور پھونکا جاویگا۔ تو لوگوں کے نسب ٹوٹ جاویں گے۔ اس آیت کے حکم سے
حضور علیہ السلام کا نسب علیحدہ ہے۔ انتہیٰ شامی کی اسی عبارت سے معلوم ہوا۔ کہ
فاطمہ زہرا کی تو بڑی ذات ہے سادات کرام کو اُن کا نسب کام آوے گا۔ بشرطیکہ مومن ہوں۔
مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ کہ میرے
صحابی کا کچھ تھوڑے جو خیرات کرنا اوروں کے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے بہتر ہے حضور
علیہ السلام کی صحبت پاک کے یہ درجے ہیں۔ جو لختِ جگر اور نورِ نظر ہوں۔ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کے مدارج تو رب ہی جانے ہے

خونِ خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر اُن کی اُس پاک طینت پہ لاکھوں سلام

(۱۰) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت دفعہ حضور علیہ السلام پر مسائل پیش
ہوئے۔ تو خود فیصلہ نہ فرمایا۔ بلکہ وحی کا انتظار فرمایا۔ جیسے کہ قبلہ بدلنے کا حکم جس کا واقعہ
پہلے ذکر ہو چکا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لوگوں نے تہمت لگائی
تو خود کوئی فیصلہ نہ فرمایا۔ بلکہ وحی کا انتظار فرمایا۔ اگر حضور علیہ السلام خود مالکِ احکام
ہوتے۔ تو ہر بات کا خود ہی فیصلہ فرما دیا کرتے۔ وحی کا انتظار کیوں فرمایا کرتے ؎

مصطفٰے ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرئیل جبرئیل ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

جواب۔ اِن جیسے واقعات میں کچھ حکمتوں کی وجہ سے حضور علیہ السلام نے اپنی
ملکیّت سے کام نہ لیا۔ بلکہ براہ راست رب سے فیصلہ کرایا۔ اس میں بہت راز ہوتے
تھے۔ کبھی تو یہ کہ مخالف لوگ ہم پر اعتراض نہ کریں۔ کبھی یہ کہ اس سے اُس مسئلہ کی
اہمیت معلوم ہو کبھی اپنی بندگی کا اظہار مثلاً عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لوگوں نے
تہمت لگائی اگر خود ہی فیصلہ فرما دیا جاتا۔ تو منافقین تو کہتے۔ کہ اپنی بیوی پاک کی طرفداری

فرمائی اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وہ عظمت حاصل نہ ہوتی۔ جواب حاصل ہوئی کہ قرآن نے اُن کی پاک دامنی اور عصمت کے خطبے پڑھے۔ اب قیامت تک ہر نمازی ہر حافظ، ہر تلاوت کرنے والا اُن کے عفت کے گیت گا رہے ہیں۔ اسی طرح اگر خود اپنے حکم سے قبلہ بدل دیا جاتا۔ تو بھی مخالفین، اور منافقین کا آپ پر اعتراض ہوتا۔ کہ انبیاء کے قبلے کو بدل دیا۔ اس لیئے رب نے خود قبلہ کو بدل کر تمام ذمہ اپنے کرم پر لے لیا۔ اور فرمایا فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا اے پیارے ہم آپ کو اُس قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں۔ جس سے آپ خوش ہیں۔ بولو ہم پر کسی کو کیا اعتراض ہے حضرت زید کی بیوی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور علیہ السلام نے نکاح کیا۔ لوگوں نے اعتراض کیا۔ رب نے ارشاد فرمایا فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا یعنی ہم نے اپنے محبوب کا نکاح زینب سے کرایا جس کو اعتراض کرنا ہو وہ مجھ پر کرے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فخر فرماتی تھیں کہ سب کے نکاح اُن کے ماں باپ کرتے ہیں لیکن میرا نکاح میرے رب نے کرایا سب کے نکاح فقط فرش پر ہوتے ہیں میرا نکاح عرش پر بھی ہوا۔

اِن واقعات سے تو حضور علیہ السلام کی ملکیت کے ساتھ اُن کی محبوبیت کا بھی پتہ لگ گیا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

دیکھو ہم لوگ اپنی معمولی چیزیں خود فروخت کر دیتے ہیں۔ نہ گواہ کی ضرورت ہوتی ہے نہ رجسٹری کی۔ لیکن بڑی اہم چیزوں کو جیسے باغ، مکان، زمین وغیرہ بغیر رجسٹری گواہ نہیں فروخت کرتے۔ ہم دونوں چیزوں کے مالک تو ہیں۔ مگر جن چیزوں میں جھگڑے پھیلنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اُس میں گورنمنٹ کو ذمہ دار بنا لیتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے بھی بعض بڑی اہم مسائل کی ذمہ داری خود لی۔ اور ہزار ہا احکام میں حضور علیہ السلام نے خود حکم دیئے۔

نکتہ ۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ آج ہم نے شیطان پکڑ لیا تھا۔ اور اگر اُسے ستون سے باندھ دیتے، تو مدینہ کے بچے اُس سے کھیلتے مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آگئی۔ کہ انہوں نے عرض کیا تھا۔ رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ اے رب تو مجھے ایسی حکومت عطا فرما کہ میرے

بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ لہذا اُس کو چھوڑ دیا۔ معلوم ہُوا۔ کہ حضور علیہ السلام کی سلطنت تمام جن وانس ہوا وغیرہ سارے عالم پر ہے۔ مگر اس کا اظہار نہیں فرمایا گیا۔ کیونکہ یہ سلطنت حضرت سلیمان علیہ السلام کا خاص معجزہ بن چکی تھی۔ اور خصوصیت دوسری جگہ ظاہر نہ ہونا چاہیئے۔

(۱۱) اگر حضور علیہ السلام تمام عالم کو اپنی ذاتِ کریمہ پر استعمال نہ فرمایا۔ اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ آپ مالک نہیں۔ روزے کی حالت میں ہم لوگ دن بھر اپنی روٹی، اپنا پانی استعمال نہیں کرتے اس لئے نہیں کہ ہم ان چیزوں کے دن میں مالک نہیں۔ بلکہ اس لئے کہ اس وقت کھانا پینا رضائے الہٰی کے خلاف ہے حضور علیہ السلام نے کبھی اس جہان میں اپنی چیزوں کو اپنی ذات پاک پر نہ استعمال کیا۔ اُس جہان میں ہر چیز حضور (علیہ السلام) ہی پر قربان ہوگی۔ اُن کے صدقے سے اُن کے غلاموں کو بھی ملے گی۔ کیونکہ آپ کی زندگی پاک تمام دنیا کے لئے نمونہ اور دستور العمل ہے اور دنیا میں فقیر بھی ہوں گے۔ اور مالدار بھی اگر زندگی عیش میں گذاری جاتی، تو فقراء کے لئے نمونہ قائم نہ ہوتا۔ لہذا کبھی تو مال قبول فرمایا۔ اور اُس پر نعمت رب کا شکر اور صدقات و خیرات فرما کر مالداروں کے لئے نمونہ قائم فرمایا۔ کہ اگر تم کو خدا مال دے تو اس طرح اُس کی راہ میں خرچ کرو۔ اور کبھی مال قبول نہ فرمایا، اور صبر کا نمونہ پیش فرما دیا۔ کہ فقراء اس کو دیکھ کر اس طرح صبر کریں۔

سُبحان اللہ! ایک جنگ میں شکم پاک پر پتھر بندھے ہیں۔ اُسی حالت میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعوت کر دی، تو چار سیر جَو کے آٹے سے صدہا آدمیوں کو سیر کر دیا۔ جیسا کہ پہلے باب میں آپ پڑھ چکے۔ غرضکہ یہ زندگی پاک مجبوری کی وجہ سے نہ تھی۔ بلکہ حق یہ ہے کہ ؎

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں ہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

بخیل وہ جو نہ کھائے نہ کھلائے۔ سخی وہ جو خود بھی کھائے، دوسروں کو کھلائے۔ مگر جواد وہ ہے، جو خود نہ کھائے، اوروں کو کھلائے ایسی لئے

فرمائی اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وہ عظمت حاصل نہ ہوتی۔ جو اب حاصل ہوئی
کہ قرآن نے اُن کی پاک دامنی اور عصمت کے خطبے پڑھے۔ اب قیامت تک ہر نمازی
ہر حافظ، ہر تلاوت کرنے والا اُن کے عفّت کے گیت گا رہے ہیں۔ اسی طرح اگر خود اپنے حکم
سے قبلہ بدل دیا جاتا۔ تو بھی مخالفین، ور منافقین کا آپ پر اعتراض ہوتا۔ کہ انبیاء کے قبلے کو
بدل دیا۔ اس لئے رب نے خود قبلہ کو بدل کر تمام ذمہ اپنے کرم پر لے لیا۔ اور فرمایا
فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا اے پیارے ہم آپ کو اُس قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں۔
جس سے آپ خوش ہیں۔ بولو ہم پر کسی کو کیا اعتراض ہے۔ حضرت زید کی بیوی زینب رضی اللہ
تعالیٰ عنہا سے حضور علیہ السلام نے نکاح کیا۔ لوگوں نے اعتراض کیا۔ رب نے ارشاد فرمایا
فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا یعنی ہم نے اپنے محبوب کا نکاح زینب سے کردیا
جس کو اعتراض کرنا ہو وہ مجھ پر کرے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فخر فرماتی تھیں کہ
سب کے نکاح اُن کے ماں باپ کرتے ہیں لیکن میرا نکاح میرے رب نے کرایا سب کے
نکاح فقط فرش پر ہوتے ہیں میرا نکاح عرش پر بھی ہوا۔

اِن واقعات سے تو حضور علیہ السلام کی ملکیت کے ساتھ اُن کی محبوبیت کا بھی پتہ
لگ گیا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

دیکھو ہم لوگ اپنی معمولی چیزیں خود فروخت کر دیتے ہیں۔ نہ گواہ کی ضرورت ہوتی ہے
نہ رجسٹری کی۔ لیکن بڑی اہم چیزوں کو جیسے باغ، مکان، زمین وغیرہ بغیر رجسٹری گواہ نہیں
فروخت کرتے۔ ہم دونوں چیزوں کے مالک تو ہیں۔ مگر جن چیزوں میں جھگڑے پھیلنے کا اندیشہ
ہوتا ہے۔ اُس میں گورنمنٹ کو ذمہ دار بنا لیتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے بھی بعض بڑی اہم مسائل
کی ذمہ داری خود لی۔ اور ہزار ہا احکام میں حضور علیہ السلام نے خود حکم دیئے۔

نکتہ ۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ آج ہم نے
شیطان پکڑ لیا تھا۔ اور اگر اُسے ستون سے باندھ دیتے، تو مدینہ کے بچے اُس سے کھیلتے
مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آگئی۔ کہ انہوں نے عرض کیا تھا۔ رَبِّ هَبْ لِيْ
مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ اے رب تو مجھے ایسی حکومت عطا فرما کہ میرے

بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ لہٰذا اُس کو چھوڑ دیا۔ معلوم ہُوا۔ کہ حضور علیہ السلام کی سلطنت تمام جن و انس ہوا وغیرہ سارے عالم پر ہے۔ مگر اس کا اظہار نہیں فرمایا گیا۔ کیونکہ یہ سلطنت حضرت سلیمان علیہ السلام کا خاص معجزہ بن چکی تھی۔ اور خصوصیت دوسری جگہ ظاہر نہ ہونا چاہیئے۔

(۱۱) اگر حضور علیہ السلام تمام عالم کو اپنی ذاتِ کریمہ پر استعمال نہ فرمایا۔ اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ آپ مالک نہیں۔ روزے کی حالت میں ہم لوگ دن بھر اپنی روٹی، اپنا پانی استعمال نہیں کرتے اس لئے نہیں کہ ہم ان چیزوں کے دن میں مالک نہیں۔ بلکہ اس لئے کہ اس وقت کھانا پینا رضاء الٰہی کے خلاف ہے۔ حضور علیہ السلام نے بھی اس جہان میں اپنی چیزوں کو اپنی ذات پاک پر نہ استعمال کیا۔ اُس جہان میں ہر چیز حضور (علیہ السلام) ہی پر قربان ہوگی۔ اُن کے صدقے سے اُن کے غلاموں کو بھی ملے گی۔ کیونکہ آپ کی زندگی پاک تمام دنیا کے لئے نمونہ اور دستور العمل ہے اور دنیا میں فقیر بھی ہوں گے۔ اور مالدار بھی اگر زندگی شان میں گذاری جاتی، تو فقراء کے لئے نمونہ قائم نہ ہوتا۔ لہٰذا کبھی تو مال قبول فرمایا۔ اور اُس نعمت ربّ کا شکر اور صدقات و خیرات فرما کر مالداروں کے لئے نمونہ قائم فرمایا۔ کہ اگر تم کو خدا مال دے تو اس طرح اُس کی راہ میں خرچ کرو۔ اور کبھی مال قبول نہ فرمایا، اور صبر نمونہ پیش فرما دیا۔ کہ فقراء اس کو دیکھ کر اس طرح صبر کریں۔

سُبحان اللہ! ایک جنگ میں شکم پاک پر پتھر بندھے ہیں۔ اُسی حالت میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعوت کر دی، تو چار سیر جَو کے آٹے سے صدہا آدمیوں کو سیر کر دیا۔ جیسا کہ پہلے باب میں آپ پڑھ چکے۔ غرضکہ یہ زندگی پاک مجبوری کی وجہ سے نہ تھی۔ بلکہ حق یہ ہے کہ ؎

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں ہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

... بخیل وہ جو نہ کھائے نہ کھلائے۔ سخی وہ جو خود بھی کھائے، دوسروں کو کھلائے۔ مگر جوّاد وہ ہے جو خود نہ کھائے، اوروں کو کھلائے ...

رب کو سخی نہیں کہتے۔ جوّاد کہتے ہیں۔ کہ ھُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ وہ کھانا کھلاتا ہے خود نہیں کھاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم صفتِ جوّاد کا مظہر ہیں، کہ کھاتے نہیں، کھلاتے ہیں (تفسیر روح البیان) اور جو کچھ کھاتے بھی ہیں۔ وہ بھی اُمّت کی تعلیم کے لئے، ورنہ اُنہیں کھانے کی بالکل حاجت نہیں۔ کھانا اُن کا محتاج ہے۔ وہ رب کے سوا کسی چیز کے حاجت مند نہیں۔ خود فرماتے ہیں۔ ایّکم مثلی یطعمنی ربّی ویسقینی تم میں ہم جیسا کون ہے۔ ہمیں رب تعالےٰ غیبی رزق کھلاتا پلاتا ہے۔ جب کبھی ظاہر ہوتی۔ تو وہ وقت بشریت کے ظہور کا ہوتا۔ اور روزہ کے وصال میں نورانیت جلوہ گر ہے۔ خیبر میں زہر نے اثر نہ کیا۔ بوقتِ وصال شریف زہر کا اثر ہُوا۔ کہ موت کا وقت بشریت کے ظہور کا وقت ہے۔ کہ موت بشریت پر طاری ہوتی ہے۔ یہ نہایت باریک کلام ہے۔ اِس کی تفصیل مرقات شرح مشکوٰۃ یا روح البیان یا لمعات میں دیکھو۔

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمْ

خاتمہ

اس کتاب کی تصنیف کے دوران میں میرے محترم دوست سیٹھ عبدالغنی صاحب تاجر نے مجھ سے فرمایا۔ کہ وفادار رعایا۔ کو شوق ہوتا ہے۔ کہ اپنے شہنشاہ کا دیدار کریں۔ اور یہ ہمارا نصیب نہ تھا۔ کہ اُس زمانۂ پاک میں پیدا ہوتے۔ اور اِن ناچیز آنکھوں سے وہ جمالِ جہاں آرا دیکھتے اور دل کی حسرتیں نکالتے ؎

ہوتے صدقے کبھی ناقہ کے کبھی محمل کے ساربان کے کبھی ہاتھوں کی بلائیں لیتے

دشتِ طیبہ میں ترے ناقہ کے پیچھے پیچھے دھجیاں جیب و گریباں کی اڑاتے جاتے

[illegible] ۔ تو کم از کم آپ حضور

علیہ السلام کا حلیہ شریف ہی بتا دو جس کو دیکھ کر کچھ تسلی ہو۔ مجھے اُن کا یہ جذبہ بہت پسند آیا۔ اور ارادہ کر لیا۔ کہ اس کتاب کو حلیہ شریف کے ذکر پر ختم کروں۔ اور مسلمانوں سے گذارش ہے کہ اس حلیہ شریف کو اپنے خیال میں لیں۔ یہاں تک یہ حال ہو جائے ؎

دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار　　　جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی!

اور یقین سے جانیں کہ وہ ہی گھر آباد ہوتا ہے جس میں گھر والا ہو۔ اور جو مالک سے خالی ہے وہ ویران ہے۔ اسی طرح وہ دل آباد ہے جس میں اُن کا دھیان ہے ورنہ برباد ؎

آباد وہی دل ہے جس میں تمہاری یاد ہے
جو یاد سے غافل ہوا ویران ہے برباد ہے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین الیٰ یوم القیام بعض موقعوں پر حدیث بیان فرماتے ہوئے جوش میں فرما دیتے تھے۔ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گویا کہ میں اس وقت حضور علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ تصور میں رہتے تھے۔ اور اس خیالِ یار کا امتحان قبر میں بھی ہو گا۔ کہ نکیرین پوچھیں گے۔ کہ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ حَقِّ هٰذَا الرَّجُلِ تم اُن کے محبوب کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ لطف تو جب ہے کہ خلوت میں وہ جلوت کا مزہ دے اور یہ ہو کہ ؎

دل میں ہو یاد تری گوشۂ تنہائی ہو　　　پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

اور جلوت میں خلوت کا لطف آوے اور یہ صادق ہو ؎

سارا عالم ہو مگر دیدۂ دل دیکھے تمہیں　　　انجمن گرم ہو اور لذّتِ تنہائی ہو

لو اب با ادب اپنے محبوب علیہ السلام کا حُلیہ پاک سنو اور اپنے ایمان کو تازہ کرو ؎

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ　　　ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو کہتا ہے کہ ایماں ہیں یہ ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

امام ابو عیسیٰ ترمذی نے ترمذی شریف کے آخر میں ایک رسالہ لگایا جس کا نام ہے "شمائل شریف" اُس رسالہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ کا ہی ذکر ہے۔ ہم اُس سے یہ حُلیہ شریف نقل کرتے ہیں۔

حُلیہ شریف

اللہ کے محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم کا حُلیہ مُبارک یہ ہے

قد شریف درمیانہ یعنی نہ بہت دراز، نہ بہت مختصر، جسم پاک کا رنگ سفیدی مائل بہ سُرخی (جیسے گلاب کا پھول) نہ تو خالص چٹّا نہ گندمی۔ بال مبارک تیز سیاہ جیسے کہ اَللَّیۡلِ اِذَا سَجٰی کچھ گھنگر والے خم دار، نہ بالکل سیدھے، نہ بالکل لچھے دار مبارک گیسو اکثر تا بگوش اور کبھی تا بدوش یعنی کان کی لو تک زیادہ اور کبھی کندھوں تک، سر مبارک بڑا اور بہت خوبصورت چوڑی پیشانی، باریک اور لمبی بھویں (پروٹے) ان بھوؤں کے درمیان باریک سی رگ جو کبھی چمکتی تھی، آنکھیں بڑی بڑی، پلک لمبے، آنکھ کی سفیدی خوب تیز اور پتلیاں خوب سیاہ جن کا سرمہ مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰی یعنی رب کو دیکھ کر نہ جھپکیں، باریک اور لمبی ناک شریف رخسار مبارک کا رنگ چمکدار، نہ بہت اُبھرے ہُوئے اور نہ دبے ہُوئے، بلکہ درمیانی چوڑا منہ، پتلے پتلے ہونٹ جیسے گلاب کی پتّی چمکدار،

اور سفید، اور چھوٹے چھوٹے دانت کہ جیسے سچے موتیوں کی لڑیاں اُن کے درمیان میں معمولی سی کھڑکیاں گھنی داڑھی، جس کا رنگ سیاہ درمیانی ریش بچی، چاندی کی طرح صاف اور سفید گردن شریف دو کندھوں کے درمیان مہر نبوّت (گردن کے پیچھے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوّت تھی) یہ کبوتر کے انڈے کے برابر تھی۔ کچھ اُبھرا ہوا گوشت تھا جس پر بال تھے اور پڑھنے میں آتا تھا محمدؐ اسی مُہرِ نبوّت کو دیکھ کر حضرت سلمان فارسی وغیرہ ایمان لائے۔ خوب چوڑا سینہ رحمت کا گنجینہ، گلے شریف سے ناف تک بالوں کی باریک سی ڈور، شکم مبارک سینے کے برابر نہ ابھرا ہوا نہ دبا ہوا، اس کے ماسوا بھرے ہوئے بازو جن پر کچھ بال کسی قدر لمبی کلائیاں، چوڑی اور بھری ہوئی ہتھیلیاں، کندھوں اور کلائیوں پر بال۔ انگلیاں مبارک پتلی اور لمبی۔ پنڈلیاں بھری ہوئی جن پر رونگٹے، ایڑیاں پتلی، اور قدم بھرے ہوئے کہ زمین پر پورے جم جاویں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ چاندنی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سُرخ حُلّہ زیب تن فرمائے تشریف فرما تھے میں کبھی آسمان کے چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی اپنے مدینہ کے چاند کو (صلی اللہ علیہ وسلم) قسم ہے رب کی کہ حضور علیہ السلام چاند سے زیادہ حسین معلوم ہوتے تھے۔ اُس دیکھنے والی آنکھوں کے قربان۔

دیگر اوصاف یہ ہیں

چہرۂ انور بارُعب تھا کہ جو اچانک دیکھ لیتا اُس کے دل میں رُعب اور ہیبت آجاتی اور جس کو صحبت میں رہنا نصیب ہو جاتا، تو اخلاقِ کریمانہ کی وجہ سے حضور سے ایسا مانوس ہو جاتا، کہ اور جگہ اُس کا دل نہ لگتا۔ اکثر نگاہ نیچی رہتی تھی۔

اک، آہ بدن، گورا سا بدن، نیچی نظریں، گُل کی خبریں

وہ سُنائے سحر، دکھلائے بھبن مرا بھونک گئے سب تن من دھن

چہرۂ انور پر فکر کے آثار نمایاں رہتے تھے، جیسے کچھ سوچ رہے ہیں جب کسی طرف نظر فرماتے تو پوری طرح اُدھر پھیر کر۔ کبھی قہقہہ نہ فرمایا۔ اکثر تبسم فرماتے

جسکی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں اوس تبسّم کی عادت پر لاکھوں سلام

رفتار پوری توجہ سے ہوتی تھی جیسے کہ اوپر سے اُتر رہے ہیں۔ جب تبسّم فرماتے۔ تو دانتوں سے نور کی شعاعیں نکلتیں بعض روایات میں آیا ہے کہ اُس نور میں گمی ہُوئی سوئی کی تلاش کی جاسکتی تھی ؎

سوزنِ گُم شدہ ملتی ہے تبسّم سے ترے شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

پسینہ شریف میں گلاب کی تیز خوشبو، جب کبھی کسی گلی سے گذرتے، تو مکان والے لوگ پہچان جاتے۔ اور مدینہ کے لوگ اس پسینۂ پاک کو بجائے خوشبو کے استعمال کرتے تھے (مشکوٰۃ) چلنے کی حالت میں زمین لپٹی تھی کہ حضور علیہ السلام آہستہ چلتے۔ مگر ساتھیوں کو تیز چلنا پڑتا تھا۔ کبھی خضاب نہ لگایا۔ کیونکہ سر شریف میں تقریباً چودہ بال، اور داڑھی شریف میں چھ بال سفید ہوئے تھے۔ یعنی کل تقریباً بیس بال سفید تھے۔ بال شریف کی زیارت کرنے والوں نے جو خضاب کی روایت کی ہے۔ وہ اُس خوشبو کے رنگ سے دھوکہ کھا گئے۔ جس میں بال شریف رکھے ہُوئے تھے۔

کھانے میں بکری کا گوشت، سرکہ، شہد، میٹھی چیزیں اور کدّو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ لیکن مرغ اور بٹیر، ستو اور بکثرت خرمے کھانا بھی ثابت ہیں۔ نیز دیگچی کی کھُرچن بھی مرغوب تھی۔ بہت دفعہ جَو کی روٹی کھجور سے بھی ملاحظہ فرمائی

لباس سفید رنگ کا پسند تھا۔ اکثر عمامہ، قمیص اور تہبند استعمال فرماتے تھے کبھی سیاہ عمامہ بھی ثابت ہے۔ یمنی چادر اور اکثر پیوند والا کمبل شریف استعمال میں رہتا تھا۔

اُس عرشی مہمان صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک کبھی دو تہ والا ٹاٹ اور کبھی چمڑے کا گدیلا جس میں کھجور کی چھال کا بھرا ہوا ہوتا تھا صلی اللہ علیہ وسلم

بوریا ممنونِ خواب راحتش تاج کسریٰ زیرِ پائے امتش

ھدایت۔ ناظرین! رات کو سوتے وقت اس حُلیہ شریف کا مطالعہ کیا کریں۔ اور پاک بستر پر پاک کپڑے پہن کر باوضو قبلہ رُو سویا کریں۔ اگر ممکن ہو تو سوتے وقت عطر بھی لگالیں۔ اور ہمیشہ اس امید سوئیں۔ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوجاوے آمین یارب العالمین ٭

جس نے خواب میں حضور (علیہ السلام) کی زیارت کی۔ اُس نے حضورؐ ہی کو دیکھا۔ وہ خواب نفسانی، شیطانی یا خیالی نہیں ہوتا بلکہ واقعی ہوتا ہے چہرۂ انور کو نورانی دیکھنا اپنی قوتِ ایمانی کی دلیل ہے۔ اِس کے خلاف دیکھنا اپنی کمزوریٔ ایمان کی علامت ہے اسی طرح عمدہ لباس میں زیارت ہونا اپنی نیک عملی کی نشانی ہے۔ اور اس کے برعکس دیکھنا اپنی بدعملی کی پہچان۔ مثنوی شریف میں ہے ؎

گفت من آئینہٗ مصقول دوست ترکی و ہندی بنید آنچہ اوست

حضور (علیہ السلام) آئینۂ قدرتِ الٰہی ہیں۔ آئینہ میں اپنا رنگ نظر آتا ہے ورنہ حضور کو کماحقّہٗ بجز پروردگار کسی نے نہ دیکھا۔

جو کوئی اس رسالہ سے فائدہ اٹھائے۔ وہ مجھ فقیر بے نوا کے لئے خاتمہ بالخیر کی دعا کرے، اور دعا کرے۔ کہ رب تعالیٰ فقیر کی ان کتب کو قبول فرماوے۔ اور میرے لئے توشۂ آخرت اور صدقۂ جاریہ بنائے۔ اور میرے ولی نعمت مرشدِ برحق صدر الافاضل مولانا الحاج سید محمد نعیم الدین صاحب قبلہ دام ظلہم کا سایہ مجھ پر اور تمام اہل سنت پر قائم رکھے آمین یارب العلمین۔ بجاہ نبیک الرؤف الرّحیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا محمّد و علیٰ الہ واصحبہ اجمعین برحمتہ وھو ارحم الرّٰحمین

احمد یار خاں نعیمی اشرفی مدرّس مدرسہ خدام الرسول گجرات

۷ رذی الحجۃ الحرام ۱۳۶۲ھ ہجری

فہرست نوری کتب خانہ دربار حضرت داتا گنج صاحبؒ لاہور

تفسیر نعیمی (پارہ اوّل)	۸/-/-	گلشن اخلاق	-/۵/۶
" " (" دوم)	-/۸/۶	کشف المحجوب (حضرت داتا گنج بخش صاحبؒ)	-/-/۵
" " (" سوم)	-/-/۷	ندائے یا شیخ عبد القادر جیلانی	۴/
جاء الحق وزہق الباطل	-/-/۵	ندائے یا رسول اللہ ۳/ سوانح کربلا	۱۲/
شان حبیب الرحمٰن فی آیات القرآن	-/۸/۳	حرمت تعزیہ ۸/۱/- وصایا شریف	۴/
رحمت خدا بوسیلۂ اولیاء	-/۹/-	احکام شریعت ہر سہ حصہ مکمل	۸/ے
اسلامی زندگی ۱/۱/- فتاوی نعیمیہ	۲/۸/	جمع القرآن ۲/ مقدس خاتون	۸/
دیوانِ سالک -/۵ ، گلدستہ ہدایت	۱/	حدائق بخشش ہر سہ حصہ مکمل	ع۶
مواعظ نعیمیہ (حصہ اوّل)	۱/۸/-	الکلمۃ العلیا ۸/ع برکات الامداد	۵/
" " (" دوم)	۱/۸/-	انوار ساطعہ دربیان مولود وفاتحہ	-/۸/۲
علم المیراث -/۹/- ، سیرت رسول عربی	۴/-/-	تلامیذہ ابو حنیفہ ۷/ گلدستہ شریعت	۲
اسرار الاحکام بہ انوار القرآن	-/۸/۱	مؤذن الاوقات ۸/ رد الرفضہ	۲/
تحفہ شیعہ (حصہ اوّل) -/۸/۲ ، ایک اسلام	۲/	الخطبات رضویہ ۵/ خالص الاعتقاد	۸/
" " (حصہ دوم) -/۸/۲ ، انوار ساطعہ	۸/ع	اسلامی شادی ۱/ تجلی الیقین	۱۱/
کتاب البرزخ -/-/۲ ، شجرہ داتا گنج بخش	۲/	خالص الاعتقاد ۱۲/ الاستمداد ع۱ دین حسن	
قصیدہ بردہ شریف (اردو)	۱/-/-	انوار البشارہ ۶/ ظفر الاسلام (حصہ اوّل)	۴/
شرح قصیدہ بردہ (عربی)	-/۸/۱	ایتان الارواح ۱/ نصرت الواعظین (کامل)	ع۸
اقوال الصحیح فی جواب الجرح علی ابی حنیفہ	-/۸/۲	جمع القرآن ۲/ الطیب الوجیز ۲/ رسول الکلام	

(نوٹ) نیز جناب قبلہ مفتی صاحب کی تمام تصانیف چھپوائی ہیں۔ تھوک اور رعایتی قیمت خرید نا چاہیں، تو اس پتہ سے طلب کریں۔

نوری کتب خانہ دربار حضرت داتا گنج صاحبؒ لاہور۔

مفتی احمد یار ... نعیمی ... گجرات ... سنی رضوی کتب خانہ شاہی مسجد جھنگ بازار لائلپور

مبارک نوری کتب خانہ لاہور کی طرف سے ایک اور مفید کتاب کی اشاعت مبارک

ترجمہ قرآن کے شائقین پہلے اسے غور سے پڑھیں دنیاء اسلام میں نئی کتاب کی اشاعت

علم القرآن لترجمۃ الفرقان

چھپ گئی

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کو ترجمہ قرآن پڑھنے کا بہت شوق ہے مسلمانوں کے اس شوق سے بد مذہبوں نے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ ہر فرقہ نے اپنی رائے کے مطابق ترجمے کر ڈالے۔ اور ترجمہ قرآن کی آڑ میں اپنی تبلیغ شروع کر دی ان غلط ترجموں سے بہت سے سادہ لوح مسلمان اپنی دولت ایمانی برباد کر بیٹھے بہت عرصہ سے تمنا تھی۔ کہ کوئی ایسی کتاب لکھی جاوے جس میں قرآن شریف کے ترجمہ کے ایسے قاعدے بتائے جاویں۔ کہ عام مسلمان ترجموں میں دھوکہ نہ کھائیں اور یہ کتاب اُن کے ایمان کی محافظ ثابت ہو خدا تعالیٰ بھلا کرے حضرت مولانا الحاج مفتی احمد یار خاں صاحب کا کہ انہوں نے اس بڑی ضرورت کو پورا کر دیا اور اس بارے میں نہایت سلیس عام فہم کتاب علم القرآن لترجمۃ الفرقان تحریر فرمادی اس کتاب کے تین باب ہیں پہلے باب میں اصطلاحات قرآنیہ ہیں جس میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ قرآن شریف میں کون سا لفظ کتنے معنی میں آیا ہے۔ اور کن کن آیات میں کونسے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً لفظ "ولی" قرآن شریف میں ۸ معنی میں استعمال ہوا ہے، دوست مددگار۔ وارث۔ ہادی۔ معبود۔ قریب۔ مالک۔ والی اور لفظ دعا چار معنی میں استعمال ہوا۔ پکارنا بلانا۔ پوجنا۔ دعا مانگنا۔ ہر معنی کی آیات پیش کی گئیں کہ کن آیات میں کونسے معنی مراد ہیں وغیرہ۔ دوسرے باب میں قواعد قرآن بیان فرمائے جس میں ایسے نفیس قاعدے بتائے ہیں جس سے معمولی سمجھ کا آدمی خود معلوم کرے گا کہ یہاں کس لفظ کے کیا معنی کئے جاویں تیسرے باب میں مسائل قرآنیہ بیان فرمائے جس میں وہ مسائل آیات قرآنیہ سے ثابت کئے گئے جن کا آج عام لوگ انکار کرتے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے ان شاء اللہ

لوگ قادیانی۔ شیعہ۔ وہابی۔ دیوبندیوں۔ نیچریوں۔ چکڑالویوں کے دھوکہ سے بچ جائیں گے پھر لطف یہ ہے کہ ساری کتاب میں صرف قرآنی آیات ہی پیش کی گئی ہیں۔ آیات کی تفسیر بھی آیات ہی سے کی گئی ہے۔ کتاب کے پڑھنے سے ایمان تازہ۔ دل روشن آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ یہ کتاب گویا آیات کی قرآنی کی تفسیر ہے۔ غرضکہ عجیب نعمت ہے اس سے پہلے اردو زبان میں ایسی کتاب آپ نے نہ دیکھی ہوگی۔ تیسرے باب کی مختصر فہرست ملاحظہ ہو۔

۱ کرامات اولیاء اللہ کے حق میں ۲ اللہ کے پیارے دور سے سنتے دیکھتے ہیں ۳ اور مردے سنتے ہیں ۴ محبوبان خدا مشکل کشا فریادرس ہیں ۵ اللہ کے پیارے بعد وفات مدد کرتے ہیں ۶ ولیوں کے شہروں کی تعظیم ۷ تبرکات کا فائدہ ۸ دن معین کر کے ایصال ثواب کرنا حضور کا خاتم النبیین ہونا ۹ عیسی علیہ السلام کا آسمان پر جانا ۱۰ حدیث کی ضرورت وغیرہ وغیرہ پھر کسی میں سواء قرآنی آیات کے اور کچھ پیش نہیں کیا گیا۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو کہا کرتے تھے کہ قرآن ہمارے پاس ہے۔ اہل سنت کے پاس صرف قصے کہانیاں ہیں۔ وہ آئیں اور اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ ہماری پرزور اپیل ہے کہ جو مسلمان اس زمانہ میں اپنے ایمان کی حفاظت چاہتے ہیں وہ اس کتاب کو ضرور بالضرور اپنے مطالعہ میں رکھے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب مصنفہ الحاج مفتی احمد یار خاں صاحب مدظلہ کی مل سکتی ہیں۔ قیمت دو روپے صرف۔

تفسیر نعیمی (پارہ اول -/۶ پارہ دوم ۶/۸ سوم -/۶)		مواعظ نعیمیہ حصہ اول	-/۸/۱
جاء الحق وزہق الباطل	-/۵	״ ״ حصہ دوم	-/۸/۱
شان حبیب الرحمٰن فی آیات القرآن	۳/۸/	علم المیراث	-/۹/
رحمت خدا بوسیلۂ اولیاء	-/۹/	اسرار الاحکام به انوار القرآن	-/۸/۱
اسلامی زندگی	-/۱	فتاویٰ نعیمیہ	-/۸/۲
سلطنت مصطفےٰ در مملکت کبریا	-/۱۲/	دیوان سالک	-/۵/

ملنے کے پتے

۱۔ نوری کتب خانہ دربار داتا گنج بخش صاحب رح لاہور

۲۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی کتب خانہ گجرات